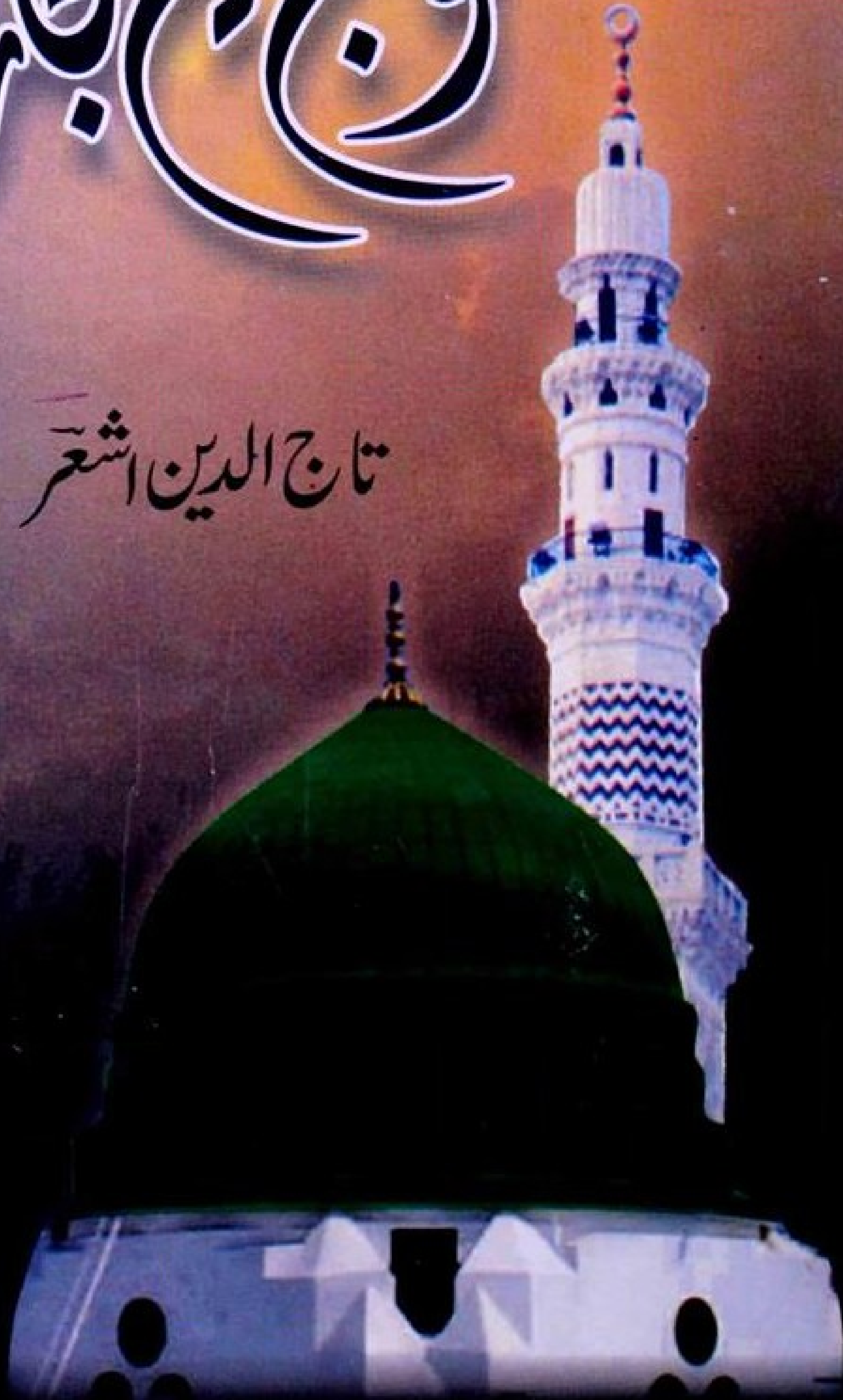
موج نسیم حجاز

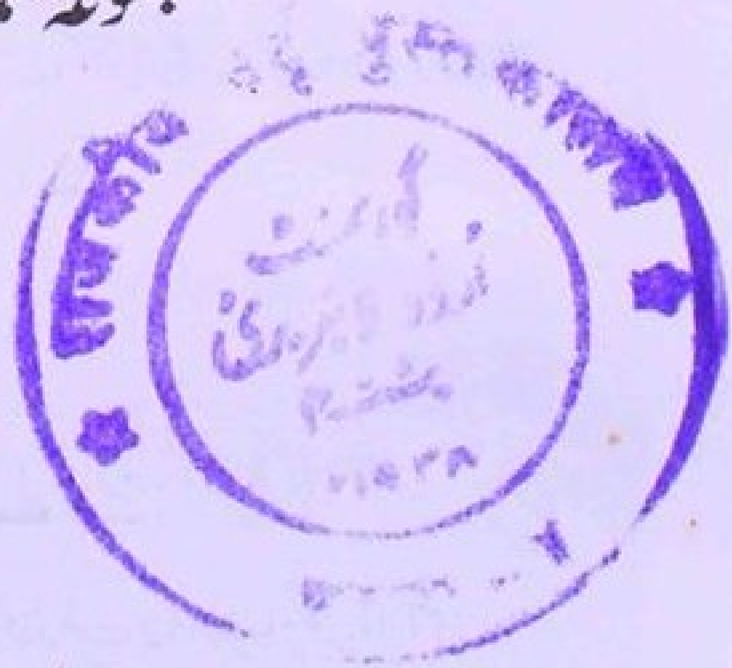
تاج الدین اشعؔر



موجِ نسیمِ حجاز

مجموعۂ حمد و نعت





تاج الدین اشعرؔ

کدھر سے بوئے گلِ جاں نواز آئی ہے

ضرور موجِ نسیمِ حجاز آئی ہے

"MAUJ-E-NASEEM-E-HIJAZ"

(Poetry)

"موجِ نسیمِ حجاز" (مجموعۂ نعت)

شاعر: تاج الدین اشعرؔ رام نگری

پتہ: مکتبہ تحفظ ملت ۱۱۲/۱، رام نگر، وارانسی-221008

مرتب: انور جمال

سن اشاعت: ۲۰۰۹ء

تعداد اشاعت: ۵۰۰

طباعت: جمال گرافکس، گوری گنج، بنارس 9984553377

قیمت: -/125 روپئے

ملنے کے پتے:

۱. تاج الدین اشعرؔ، مکتبہ تحفظ ملت 1/112 رام نگر، وارانسی
۲. جمال گرافکس، B.9/4 گوری گنج، وارانسی
۳. نور نبی بک سیلر، دال منڈی، وارانسی
۴. سراجی بک ڈپو، نزد جامعہ ضیاء العلوم، کچی باغ، وارانسی
۵. فلاحی بک ڈپو، کٹرہ مظہر العلوم، پیلی کوٹھی، وارانسی
۶. انیس بک ڈپو، جیت پورہ، وارانسی
۷. ادارۂ ادب اسلامی ہند 2703 بارہ دری، بلی ماران، دہلی
۸. کتاب منزل، سبزی باغ، پٹنہ
۹. مکتبہ نعیمیہ بک سیلر، صدر بازار، مئوناتھ بھنجن

انتساب

- اپنے خاندان کی اعلیٰ، روشن اور فیض بخش دینی، علمی و ادبی روایات اور خدمات کے نام جن سے پیدا ہونے والے ماحول کا میرے اندر نہایت صغر سنی سے علمی ادبی اور شعری ذوق کی تخم ریزی، نشو و نما اور آبیاری میں خاص حصہ رہا ہے۔
- اردو اور فارسی زبانوں کے بلند پایہ کلاسیکی ادبی و شعری اثاثہ کے عظیم تخلیق کاروں کے نام جن کے مطالعہ کے اثر سے میرے شعور میں دس بارہ سال کی عمر سے شاعری کے سوتے پھوٹ نکلے اور معیاری شاعری کے آداب و رموز کا غیر محسوس طور پر عرفان حاصل ہوا۔
- اُن اربابِ ذوقِ سلیم کے نام جو سخن فہمی کی معقول صلاحیت کے ساتھ ساتھ ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و وابستگی کی بیش بہا دولت سے بہرہ ور ہوں نیز اللہ تعالیٰ نے انھیں نعتِ رسولؐ کی صحت مند اقدار اور وجدانی لذت و کیفیت اور قدر و قیمت کا شعور بھی بخشا ہو۔

تاج الدین اشعرؔ

فہرست

مقدّمہ

ڈاکٹر سید عبدالباری شبنمؔ سبحانی
صدر ادارہ ادب اسلامی (ہند)

نعت گوئی کی روایت اردو شاعری کی تاریخ میں بے حد تابدار ہے، بالخصوص بیسویں صدی میں جب کہ اعدائے رسالت مآب نے آپؐ کی شخصیت پر کیچڑ اچھالنا اور آپؐ کی زندگی کے روشن ابواب پر سیاہی پھیرنے کا سلسلہ شروع کیا، اس وقت عشقِ رسولؐ کی چنگاریاں شعلۂ جوالہ بن کر سامنے آئیں۔ مغرب کو ذاتِ اقدسؐ سے ہمیشہ کد رہی ہے کہ جب تک یہ پاکیزہ اسوہ دنیائے انسانیت کے سامنے موجود ہے اُس وقت تک مغرب کو اپنی مادہ پرست فحاشی و بے حیائی کا مجموعہ اور اخلاق باختہ تہذیب کو دنیا پر مسلط کرنے میں کامیابی حاصل ہونے کی کوئی توقع نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مستشرقین اور مغربی اہل قلم نے مستقل طور پر طرح طرح سے ناموس رسالت پر داغ دھبے ڈالنے کی بھرپور کوششیں کیں حتیٰ کہ ایک جھوٹا نبی تک لا کھڑا کیا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ امتِ محمدیہ ذرّہ برابر اس سے متاثر نہیں ہوئی اور اس نے رسول کریمؐ کی زندگی کے ایک ایک پہلو کو اپنے لیے وظیفۂ حیات بنالیا۔ چنانچہ بیسویں صدی برصغیر میں نعت گوئی کے عروج کا دور ہے۔ آزادیٔ ہند سے پہلے ایسے ایسے باکمال نعت گو منظر عام پر آئے جن کی مداحی رسولؐ کے بالمقابل دیگر اصناف شعر و سخن پھیکی پڑ گئیں۔ آج بھی جن کی آنکھوں کے سامنے ملک میں سیرت پاک کے بڑے بڑے جلسوں کا نظارہ ہے جس میں بہادر یار جنگ اور عطاء اللہ شاہ بخاری کی حضورؐ کی سیرت پاک پر جوشیلی تقریریں ایک سماں باندھ دیتی تھیں، اُنھیں یہ بھی یاد ہوگا کہ حفیظ جالندھری اور ماہر القادری کے سلام اور نعتوں سے رسول اکرمؐ سے والہانہ عشق کی گرمی تیز تر ہو جاتی تھی۔ علامہ اقبالؔ کا رسولِ اکرمؐ کے عشق میں ڈوبا ہوا کلام اور پھر ان کے تتبع میں گاؤں گاؤں، قصبہ قصبہ میں نعت گو شاعروں کا ہجوم عجب کیفیت پیدا کرتا تھا۔ حضرت شفیقؔ جونپوری اور زائرِ حرم حمیدؔ صدیقی کی نعتیں ہر ہر زبان پر تھیں۔ خاص طور پر ماہر القادری کی ۱۹۳۶ء میں لکھی گئی مشہور نعتیہ نظم ظہور قدسی کے ۹۰/ اشعار قابل ذکر ہیں جن میں والہانہ و عقیدت مندانہ جذبات کا سیلاب امڈتا نظر آتا ہے۔ اس نظم سے انھیں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی، بقول صباح الدین عبدالرحمٰن ”رسول اللہؐ کے خیر مقدم کے ترانے

شاید ہی کسی اردو شاعر نے اس والہانہ انداز میں گنگنائے ہوں۔'' خوبی یہ ہے کہ مولانا مناظر احسن گیلانی کے الفاظ میں ''ماہر نے حتی الوسع پیغمبر عالمؐ کی طرف اس قسم کی صفات منسوب کرنے سے احتراز کیا ہے جن کو شانِ نبوت سے کوئی مناسبت نہیں۔'' چند اشعار ملاحظہ ہوں:

سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی — سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ اَسرارِ محبت جس نے سمجھائے — سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نا سونا تھا — سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اس پر کہ جس کا نام لے کر اس کے شیدائی — الٹ دیتے تھے تختِ قیصریت اوجِ دارائی

حضرت تاج الدین اشعرؔ کی نعت گوئی پر نظر ڈالتا ہوں تو بے پناہ خوشی ہوتی ہے کہ مداحِ رسالت مآبؐ کی سنہری زنجیر اب بھی سلامت ہے اور اسی کی ایک کڑی جناب اشعرؔ کی نعتوں کا یہ مجموعہ ''موجِ نسیمِ حجاز'' ہے۔ وہ ایک بلند پایہ فنکار، ایک روشن روایات کے حامل خاندان کے چشم و چراغ اور اپنے سینے میں ایک دردمند اور انسانیت کے اوج و شرف کے لیے دھڑکنے والا دل رکھنے والے عالی مقام مداحِ رسولؐ ہیں۔ اس مجموعہ پر نگاہ ڈالیے تو سب سے پہلے جو چیز متوجہ کرتی ہے وہ جناب اشعرؔ کی فنکارانہ ندرت اور قادرالکلامی ہے، انھوں نے نعت گوئی کے لیے پٹے پٹائے راستے پر چلنے سے احتراز کیا ہے اور مختلف شعری ہیئتوں میں اپنی نعتیں لکھی ہیں۔ چنانچہ ان کے مجموعے میں خاصی رنگارنگی اور تازگی محسوس ہوتی ہے۔ نظم ''سب سے بڑی نعمت'' کو دیکھیے، ہر بند میں ۵/اشعار ہیں، ابتدائی ۴/اشعار ہم قافیہ اور آخری شعر کا دوسرا مصرعہ ہر بند میں ہم قافیہ ہے۔ جس کی ردیف ''سبحان اللہ'' ہر بند کے اختتام پر ایک ہم آہنگی پیدا کرتی ہے اور موضوع کے مرکزی مضمون کی طرف قاری کے ذہن کو بار بار موڑنے والی ہے۔ یہ نظم ہر طرح کی لفظی صنعت گری اور فارسی آمیز تراکیب و بھاری بھرکم الفاظ کے بجائے نہایت سبک، عام فہم، سادہ الفاظ پر مشتمل ہے۔ اس کی وجہ سے وہ عام قاری کے لیے سحر انگیز ہے۔ اس نظم میں بے پناہ روانی ہے۔ نظم کے پہلے بند میں حضورؐ کی تشریف آوری کے مبارک لمحے کی منظر کشی ملاحظہ ہو:

نور کی ساعت سبحان اللہ — صبحِ ولادت سبحان اللہ

لائے ہیں تشریف جہاں میں — فخرِ رسالت سبحان اللہ

بکھرا ہوا ہے ارض و سما میں — نورِ سعادت سبحان اللہ

خشک زمیں پر رم جھم رم جھم　　بارشِ رحمت سبحان اللہ

پھر اس نظم کا رخ سرکارؐ کی آمد سے انسانیت کو حاصل ہونے والے فیوض و برکات کی طرف جاتا ہے:

سوتی ہوئی دنیا کو جگایا　　انساں کو انسان بنایا
مجبوروں کو مختاری دی　　محنت کا اعزاز بڑھایا
لاچاروں کے آنسو پونچھے　　غربت کو سینے سے لگایا
دولت والے ہوں کہ بھکاری　　ایک ہی ٹاٹ پہ سب کو بٹھایا
شاہ و گدا دونوں کو پڑھایا　　درسِ اخوت سبحان اللہ

پھر حضورؐ کی زندگی کے یادگار لمحوں مثلاً طائف کا سفر، سجدوں میں امت کے لیے دعائیں...... پھر وہ عشقِ نبیؐ کا دعویٰ کرنے والوں کو آگاہ کرتے ہیں:

عشقِ نبیؐ کے دعویدارو!　　راہِ وفا آسان نہیں ہے
جشنِ چراغاں، نغمہ سرائی　　ایماں کی پہچان نہیں ہے
ایماں تو ہے دل میں لیکن　　ایمانوں میں جان نہیں ہے
فَا تبِعُونِی پڑھ کر سمجھو　　کیا گھر میں قرآن نہیں ہے

حضرت اشعرؔ کی نظم ''ایک سفر دیارِ عشق'' پڑھ کر علامہ اقبالؔ کی مشہور نعتیہ نظم ''ذوق وشوق'' کا آہنگ، وَلوَلہ، شوق اور عشقِ رسولؐ کی تب وتاب سامنے آجاتی ہے:

اوج پر تھا جنونِ شوق، جوش پر تھی بہارِ عشق
سوئے حجاز لے اُڑا جذبۂ بے قرارِ عشق
مل گئی بارگاہِ حسن، دیکھ لیا دیارِ عشق

عزم کی ایک جست سے فاصلے سب سمٹ گئے
آڑے نہ آئے بحر و بر، دشت و جبال ہٹ گئے

پھر ان کی نگاہ جب سبز گنبد پر پڑتی ہے تو ان کے وفورِ شوق کا عالم دیکھیے:

دور سے جب نگاہِ شوق گنبدِ سبز پر گئی
سینے میں دل دھڑک اٹھا، آنکھ خوشی سے بھر گئی
ہر رگ و پے میں جسم کی برق کی رَو اُتر گئی

اے دلِ زار با ادب ، کوچۂ یار آگیا
خواب گہِ حبیبؐ کا دیکھ دیار آگیا

حضرت اشعرؔ اپنی نظم ''مدحت سلطانِ مدینہ'' میں حضورؐ کی ذاتِ اقدس کے ذکر کے ساتھ آپ کی صفات اور آپ کی اخلاقی تعلیمات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ماہر القادری کی مشہور نعت یاد آجاتی ہے:

وہ خون کے پیاسوں کو اماں بخشنے والا
دنیا کو سکونِ دل وجاں بخشنے والا
گونگوں کو بھی اعجازِ بیاں بخشنے والا
اندھوں کو ملی چشمِ بصیرت اسی در سے
ملتی ہے کلیدِ درِ جنت اسی در سے

نظم بعنوان ''صبحِ ولادتِ نبیؐ '' خاصی جامع و بلیغ نعت ہے، بے شک قرآن سرکارِ دوعالمؐ کی سب سے بڑی عطا ہے:

کوئی صحیفۂ رب کا جواب لا نہ سکا نظامِ زیست کا کامل نصاب لا نہ سکا
زمانہ آج تک ایسی کتاب لا نہ سکا کہ جس کی چوٹ کی باطل بھی تاب لا نہ سکا
چمک نہ کم ہوئی وہ آفتاب ہے قرآں
ثبوتِ صدقِ رسالت مآبؐ ہے قرآں

پھر وہ امت محمدیہ پر نظر اٹھاتے ہیں:

حضورؐ! آپ کی امت کا حال کیا کہئے یہ کیسے کیسے ہوئی پائمال کیا کہئے
ہماری کج رویوں کا مآل کیا کہئے نہیں سنبھلنے کا اب بھی خیال کیا کہئے
اگرچہ عشق کا دعویٰ بہت زباں پر ہے عمل صفر ہے دماغ اب بھی آسماں پر ہے
نہ علم ہے نہ عمل ہے نہ بندگی کا شعور نہ جانے چھین لیا کس نے زندگی کا شعور

حضرت اشعرؔ کی ایک پیاری حمد نظیرؔ اکبرآبادی کے لب ولہجہ اور آہنگ میں خاصی تاثرانگیز ہے:

سچ پوچھو تو سب شاہ وگدا محتاج اسی کے در کے ہیں وہ کون ومکاں کے سلطاں ہیں سب ٹھاٹ شہانہ اس کا ہے
وہ سب کا خالق مالک ہے وہ سب کا رب اور رازق ہے مخلوق ہیں اہل وعیال اس کے سنسار گھرانہ اس کا ہے

حضرت اشعرؔ ایک حسّاس و دردمند انسان ہیں اور اپنی مّلت کے زوال پر ان کی آنکھیں نم ہیں۔ وہ تاریخ زوالِ اُمّت پر نگاہ ڈالتے ہیں تو محسوس کرتے ہیں کہ اُسوۂ رسولؐ سے دوری اور دنیا کے گمراہ مفکّروں اور رہنماؤں کی ذہنی غلامی سارے مسائل کا سبب ہے۔ وہ نئے اور نرالے انداز سے نبی آخرالزّماںؐ کے مقام و منصب پر روشنی ڈالتے ہیں۔ نعت گوئی کے پٹے پٹائے اسلوب سے الگ وہ ایک نیا اسلوب جو فکر انگیز نظموں کے لیے مخصوص ہے اختیار کرتے ہیں۔ نظم بعنوان ''صدرِ انجمنِ کائنات'' کے یہ بند ملاحظہ ہوں:

وہ ایک رمز ہیں، اک راز ہیں مشیّت کا | وہ ایک نقشِ جلی ہیں کتابِ فطرت کا
بنا کے آپ کو اک شاہکارِ حسن و جمال | ہیں ایک نقشِ حسین و جمیل قدرت کا
وہ خود بھی محوِ تماشا نہیں تو پھر کیا ہے؟

جو تیرے آگے جھکیں ہم کو ایسے سر دے دے | یقیں کی تیغ دے، ایمان کی سپر دے دے
ہماری بے عملی، خودسری سے اے اشعرؔ | الٰہی راکھ کے اس ڈھیر کو شرر دے دے
خدا کا دین بھی رسوا نہیں تو پھر کیا ہے؟

حضرت اشعرؔ کی نظم ''دُرِ یتیم'' ان کی شاعرانہ اور قدرت کلام کو نقطۂ کمال تک پہنچا دیتی ہے، محسوس ہوتا ہے کہ ہم اقبالؔ کی کوئی نظم پڑھ رہے ہیں، ابتدا میں قصیدہ کی تشبیب کا لطف ہے:

جبینِ مہتاب ضوفگن ہے | سجی ستاروں کی انجمن ہے
ہر ایک سو پھوٹتی کرن ہے | ہر اک کرن تیرگی شکن ہے
فلک سے انوار کی ہے بارش | نگارِ شب نور پیرہن ہے
کلی کے ہونٹوں پہ ہے تبسّم | گلوں سے پُر دامنِ چمن ہے
ہے کیا سبب جوز میں کی پستی | فلک کی رفعت پہ خندہ زن ہے

رؤف آیا، رحیم آیا | کریم آیا، حلیم آیا
خدا کا لطفِ عمیم آیا | رسولِ ربِّ عظیم آیا

پھر شاعر کی یہ التجا ملاحظہ ہو:

ہے ہم پہ غفلت کی نیند طاری | الٰہی بیدار ہم کو کر دے
گذار دیں سو کے کتنی صدیاں | اب اس شبِ تار کو سحر دے

دلوں کی تاریکیاں مٹا کر ہمارے سینوں میں نور بھر دے
یقیں سے ہیں کھوکھلے یہ نعرے ہماری تکبیروں میں اثر دے

حضرت اشعرؔ خوش بخت ہیں کہ انھیں ایک ایسی ذاتِ اقدس کی مداحی کا شرف حاصل ہوا جو نہ صرف پیکرِ حسنِ عمل تھا بلکہ جس کے حکمت و بلاغت سے لبریز کلام نے نوعِ انسانی کو شائستگیِ کلام اور تہذیب گویائی عطا کی اور یہ بات ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک روشن حقیقت بن گئی کہ تمام ادبی التزامات کے باوجود اگر کلام فقط انانیت اور تسکینِ نفس کا سامان ہو تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا اور اپنی تمام تر سادگی، بے تکلفی اور بے ساختگی کے باوجود اگر کلام میں حکمت و موعظت کی چنگاریاں موجود ہوں تو اسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ ممدوح کے کلام کے اوصاف کی جھلک ہمیں خود مداح کے کلام میں نظر آتی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ نعت کے پردے میں حضرت اشعرؔ نے حکمت و موعظت کے جو موتی بکھیر دیے ہیں ان کی تابندگی ہمیشہ برقرار رہے گی۔ حضرت اشعرؔ کی شخصیت نے جن اوصاف کو سرکار دو عالمؐ کے حوالے سے نسلِ انسانی کے لیے بطور نمونہ پیش کیا ہے خود وہ انھیں اوصاف کا بڑی حد تک مرقع ہے۔ ایک عظیم المرتبت باپ...... مولانا ابو محمد امام الدین رام نگریؒ........ کے بیٹے کا بھی یقیناً یہی منصب ہے کہ وہ ظلم و جہالت کے اندھیرے میں بھٹکتی ہوئی موجودہ نسل کو مغربی تہذیب کی غلاظتوں سے نجات دلانے کے لیے اسوۂ رسولؐ کو پوری قوت اور خود اعتمادی کے ساتھ اپنے کلام کا محور بنائے۔ مجھے خوشی ہے کہ حضرت اشعرؔ نے اس مہتم بالشان فریضہ کو بحسن و خوبی ادا کیا ہے اور اس کے لیے وہ ہر صاحب نظر کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

☆☆☆

تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی
صدر شعبہ سنی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

نعتیہ شاعری رنگ سعادت اور گلہائے عقیدت کی شاعری ہے۔ شاعر سیرت محمدی ﷺ کے لالہ وگل سے اپنے دامن فکر وخیال کو سجاتا ہے، اس کی خوشبو سے مشام جاں کو معطر کرتا ہے اور ہر اس بزم کو معطر کر دیتا ہے جہاں اسے محبت رسولؐ کی کشش لے جاتی ہے۔ نعت کا شاعر اگر عاشق ہو تو اس کی شعری لہروں پر عشق محمدی رنگ در رنگ ابھر آتا ہے اور اگر وہ عارف بھی ہو تو وہ اس پھول سے چراغ بنا لیتا ہے اور حیات وسماج کی اندھیری راہوں کو منور کر دیتا ہے، جذب شوق کے ساتھ یقین وعرفان کی کرنیں بکھیر دیتا ہے۔ نعت کا شاعر جب تک عشق وعرفان کی منزل سے نہ گذرے اس کی شاعری بیانیہ شاعری بن کر رہ جاتی ہے، تخلیقی ادب کا شہ پارہ نہیں بن پاتی۔ اس راز کو جناب تاج الدین اشعرؔ نے پالیا ہے۔

خیال و نطق کی کاوش کا نام نعت نہیں
سخن وری کی نمائش کا نام نعت نہیں
بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
فقط دماغ کی ورزش کا نام نعت نہیں

میں نے اشعرؔ کی نعتوں کو غور سے پڑھا ہے، ان کی نعتیہ شاعری بیانیہ سے زیادہ تخلیقی شعور کا نمونہ فراہم کرتی ہے۔ شاعر نے اس نزاکت کو محسوس کر لیا ہے اور اسے اپنے شعری شعور کا حصہ بنا لیا ہے جو نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضروری ہے۔ ان کے یہاں عقیدت اور حقیقت کا حسن امتزاج ہر جگہ موجزن ہے جو نہ صرف میزان عمل بن جاتا ہے بلکہ دامن دل بھی کشید کر لیتا ہے۔

ان کا قرآں اپنی کسوٹی، ان کا عمل میزانِ حیات
اپنی ہستی اس پہ کسیں گے، خود کو اسی پر تولیں گے
یوں نہ اتاریں گے دل میں اس پیکرِ نور کا عکسِ جمیل
اشکِ وفا سے پہلے دل کے آئینہ کو دھولیں گے

اشعرؔ کی نعتوں میں غمِ فراق، غمِ حیات، غمِ انساں اور غمِ عقبیٰ ایک خاص رنگ میں ابھرا ہے۔ اس دردِ نہانی کو جو پیرایۂ اظہار ملا ہے اسے انھوں نے ''موجِ نسیمِ حجاز'' کا نام دیا ہے۔ یہ ان کا غم بھی ہے اور غم کا مداوا بھی، درد بھی ہے اور درد کا علاج بھی۔ میری دعا ہے ؎

اچھا ہے کہ اچھا نہ ہو بیمار تمھارا

اشعرؔ صاحب اس درد کی قیمت جانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ قاری بھی اس کی کسک محسوس کرے۔

یوں تو جسے دیکھو دنیا میں باحالِ پریشاں ملتا ہے
غم ان کا جسے راس آجائے ہر حال میں شاداں ملتا ہے
مونس ہے نہ کوئی ہے ہمدم، آواز کسے دیجے شبِ غم
اک دردِ فراقِ طیبہ ہی نزدیک رگِ جاں ملتا ہے

اشعرؔ کے اندیشہ و ملال کا ایک ملجا ہے جو ان کی فکری سرگرمیوں کا محور ہے۔ اس محور نے ان کی شاعری میں قوتِ ادراک، جوشِ خیال اور لذتِ اظہار پیدا کر دیا ہے۔ شاعر چاہتا ہے کہ سب لوگ اس محور پر گردش کرنے کا سلیقہ سیکھیں، بلکہ وہ گردشِ زمانہ کو بھی اسی محور پر لانا چاہتا ہے۔ شاعر کی یہ تمنا مبارک اور کوشش قابلِ قدر ہے۔ وہ اس محور پر دست بستہ کھڑا عرض کرتا ہے

حضورؐ آج کہیں بھی ہمیں پناہ نہیں ہے
ہیں سب خلاف ہمارا کوئی گواہ نہیں ہے
نجات جس سے ملے ایسی کوئی راہ نہیں ہے
خدا کے رحم کی بھی ہم پہ یوں نگاہ نہیں ہے
کھڑا ہے آپ کے در پر غلام اے میرے آقاؐ
درود اے مرے آقاؐ، سلام اے میرے آقاؐ

تقریظ

پروفیسر عبدالحق
سابق صدر شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی

اپنی بے توفیقی پر شرمسار ہوں کہ تاج الدین اشعرؔ سے رسمی ملاقات سے بھی محروم ہوں، گرچہ ان کی تخلیقات سے گاہے بہ گاہے لطف اندوز ہوتا رہا ہوں۔ چند برس پیشتر ان کی نعتوں کے پہلے مجموعہ "متاعِ عقیدت" کے مطالعے نے سوزوساز کی ایک سرشاری بخشی تھی۔ ان کے مجموعۂ ثانی "موجِ نسیمِ حجاز" کا مسودہ پڑھا 'ناز و نیاز' کی عقیدت کے ساتھ درد و داغ کی پُرسوز کیفیات کا مرقع ہے، جو اشعرؔ کے نہیں بلکہ اس ذاتِ اقدسؐ سے نسبت رکھنے والے ہر ارادت مند کے محسوسات کا دل نشیں مجموعہ ہے، جناب اشعرؔ نے اپنے قلب و نظر کی وارفتگی کو ایک ہمہ گیر جذب و شوق کی واردات میں تبدیل کر کے شعری پیرایۂ اظہار کو نئی تحریک و طرفگی بخشی ہے۔ یہ ان کی فنی معجز نمائی ہے اور نعتِ شہ کونینؐ کی روایت میں نئے امکانات کی بشارت بھی۔ عقیدت کو اعتبار بخشنا اور اعتقاد کو فن میں ڈھالنا غیر معمولی بات ہے۔ "موجِ نسیمِ حجاز" کا پہلا امتیاز یہی ہے کہ پیغمبرِ اعظم و آخرؐ سے ذاتی محبت کو آفاقی احساسات سے ہم کنار کیا گیا ہے، وہ احساس جو قلبِ مسلماں کے علاوہ کہیں اور نہیں مل سکتا۔ ہر باشعور عقیدت مند کو آخری رسولؐ سے جو والہانہ عشق ہوتا ہے دنیا کے کسی عقیدے میں واردات کی یہ کیفیات ناپید ہیں۔ رسول مقبولؐ کی اطاعت ملزوم سہی مگر اس فرماں برداری میں عشقِ نبیؐ جب تک جنوں خیز نہ بن جائے تسلیم و رضا کی تشنگی محسوس کی جائے گی۔ وہ جنوں جو نظر و خبر یا دل و دماغ کو فراست و فرزانگی کا سامان فراہم کرتا ہے اور با محمدؐ ہوشیار رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ یا

منکر از شانِ نبیؐ نتواں شدن

یہاں انکارِ رسالتؐ امرِ محال بن جاتا ہے۔ اشعرؔ کی نعت گوئی کا پورا سیاق اسی منظر نامے سے عبارت ہے۔ جذب و جنوں کی مختلف صورتیں اس مجموعہ میں موجود ہیں۔

راقم اشعرؔ کی کاوشوں کو قدر کی نظر سے دیکھتا ہے اور انھیں آفریں کہتا ہے۔

☆☆☆

پیش لفظ

بے انتہا شکر و سپاس اس خلاقِ بے ہمتا کے حضور جس نے مشتِ خاک انسان کو احسن تقویم کے سانچے میں ڈھال کر اسے سمیع و بصیر وجود کی شکل بخشی، پھر عَلَّمَهُ البَیان کے تحت اسے علم و ادراک اور فکر و احساس کی دولت سے نواز کر نطق و گویائی کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بھی متصف فرمایا۔ شاعری کیا ہے؟ لطافتِ خیال، رعنائیِ فکر اور الفاظ کے سلیقہ مندانہ استعمال سے کلام کی تزئین کا دوسرا نام، جس کے نتیجے میں کبھی کبھی شاعری سحرِ حلال بن جاتی ہے۔

شاعری ایسی تیغ آبدار ہے جس کا ہر زمانے میں مختلف انداز میں اچھا یا برا استعمال ہوتا آیا ہے۔ ایسے شعراء بھی ہوئے ہیں جنھوں نے اپنی شاعری کو اعلیٰ انسانی و اخلاقی اقدار، پاکیزہ افکار و نظریات کو فروغ دے کر سماج میں نیکیوں کا جذبہ ابھارا، اپنی قوم کو پستی سے اٹھا کر بلندیوں پر پہنچایا، خیر و صلاح کو رواج دیا اور مفاسد و قبائح کا قلع قمع کیا۔ اور ایسے شعراء کی بھی کمی نہیں رہی جنھوں نے شاعری کو فسق و فجور، رذائل اخلاق، بے شرمی اور سفلی جذبات کے فروغ کا ذریعہ بنایا۔ پہلی قسم کی شاعری کی اسلام نے تحسین و حوصلہ افزائی کی ہے۔ دوسری قسم کی شاعری کی قرآن میں شدید مذمت آئی ہے۔ مستحسن قسم کے شعر و ادب میں حمدِ الٰہی کے بعد نعتِ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا بڑا اعلیٰ مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے اس بندۂ ناچیز کو اپنے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کا خصوصی ذوق و شغف بخشا ہے۔ بچپن اور نوجوانی سے اردو اور فارسی زبانوں کے نعتیہ ادب کا بغور مطالعہ کرتا رہا، خود بھی نعت نگاری میں روایت اور جدت میں امتزاج کی راہ اختیار کی۔

میرا پہلا مجموعۂ نعت ۱۹۹۸ء میں ''متاعِ عقیدت'' کے عنوان سے بڑے اہتمام سے شائع ہوا۔ اہلِ نظر کے حلقوں میں اس کی بحمد اللہ بڑی پذیرائی ہوئی، اس کا اندازہ زیرِ نظر کتاب کے آخر میں مشاہیر اربابِ نقد و نظر کی گرانقدر آراء کی تلخیص سے کیا جاسکتا ہے۔ اس درمیانی مدت میں وجود میں آنے والی نعتوں کا یہ دوسرا مجموعہ ''موجِ نسیمِ حجاز'' اب اربابِ ذوق کی نذر کیا جارہا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ موجودہ نعت گو شعراء کی لمبی قطار میں میری نعت گوئی کا کیا مقام ہے۔ اگر اہلِ دل اور اہلِ نظر حضرات کو

ان نعتوں میں کوئی خوبی اور انفرادیت نظر آئے تو ان سے درخواست ہے کہ اللہ و رسولؐ کی بارگاہ میں ان کی قبولیت اور ان کے توشۂ آخرت ہونے کی دعا سے ممنون فرمائیں۔

میں ان قابل احترام تقریظ نگار ہستیوں کا انتہائی ممنون ہوں جنھوں نے میری گذارش قبول کرتے ہوئے مسودہ ملاحظہ فرما کر کتاب پر بخوشی اپنی گرانقدر آراء تحریر فرمائیں، جن سے مجموعے کی زیب و زینت میں اضافہ ہوا۔ میری مراد حضرت مولانا سعود عالم قاسمی (شعبہ سنّی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)، جناب پروفیسر عبدالحق صاحب (دہلی یونیورسٹی) اور برادرِ گرامی و مخلصِ دیرینہ ڈاکٹر سید عبدالباری شبنمؔ سبحانی (صدر ادارہ ادبِ اسلامی ہند) سے ہے۔ ان محترم شخصیات پر میری نظرِ انتخاب تقریظ نگاری کی زحمت دہی کے لیے اس بنا پر پڑی کہ یہ حضرات صاحبانِ علم و دانش ہی نہیں صاحبِ دل بھی ہیں اور شعر و ادب پر گہری بصیرت کے مالک ہیں۔

آخر میں میں اپنے عزیز انور جمال کے ہمہ جہت تعاون و قدردانی کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں جن کی سعادت مندی کی بنا پر میں انھیں ان کی کم عمری کے زمانے سے ہی اپنے حقیقی چھوٹے بھائی کی طرح عزیز رکھتا ہوں اور ان کا بھی میرے تئیں ایسا ہی برتاؤ رہا ہے۔ طالب علمی کے زمانے میں ان کی ذہانت و فطانت، طباعی، سنجیدگی اور حصول علم کے غیر معمولی ذوق و شوق کو دیکھ کر فارسی کا یہ شعر یاد آتا تھا۔

بالائے سرش زہوش مندی   بر تافت ستارۂ بلندی

اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت ساری خوبیوں سے نوازا ہے۔ اگرچہ ان کا تمام تر تعلیمی سفر سائنسی میدانوں میں گذرا مگر ہمیشہ ہی اسلامی علوم و فنون اور اردو شعر و ادب سے بھی ان کا گہرا رشتہ رہا ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے ان کی والہانہ محبت و عقیدت کی آئینہ دار ان کی وہ چند سطور ہیں جو انھوں نے سرورق کے آخری صفحے پر ثبت کی ہیں، جن کے ہر لفظ سے حبِ نبوی کے پاکیزہ جذبے کی خوشبو کی لپٹیں اڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو دین و دنیا کی سعادتوں اور کامرانیوں سے بہرہ ور فرمائے، آمین

کتاب کے مسودے کی تصحیح و درستی کے سلسلے میں میں سرزمین بنارس کے ابھرتے ہوئے ذی علم و باصلاحیت شاعر مولانا نصیرؔ سراجی اور اپنے مخلص دوست خلیق الزماں کی معاونت کا بھی تہ دل سے مشکور ہوں۔

تاج الدین اشعرؔ رام نگری

رام نگر ضلع بنارس، یکم نومبر ۲۰۰۹ء

جوئے کہکشاں

(حصۂ حمد و مناجات)

ردائے لالہ و گل ، پردۂ مہ و انجم
جہاں جہاں وہ چھپے ہیں عجیب عالم ہے

اصغر گونڈوی

لا اِلٰہ اِلاّ اللہ

سرودِ موجِ صبا لا اِ لٰہ اِ لاّ اللہ
فضا ہے نغمہ سرا لا اِ لٰہ اِ لاّ اللہ

جُنوں کا راہ نما لا اِ لٰہ اِ لاّ اللہ
خرد کا عُقدہ کُشا لا اِ لٰہ اِ لاّ اللہ

چراغِ راہِ ہُدیٰ لا اِ لٰہ اِ لاّ اللہ
امینِ سِرِّ بقا لا اِ لٰہ اِ لاّ اللہ

ازل سے جس کی صداقت پہ دو جہاں ہیں گواہ
وہ حرفِ شوق ہے کیا لا اِ لٰہ اِ لاّ اللہ

خرد بدلتی رہی دم بدم نئے معبود
جُنوں کی ایک صدا لا اِ لٰہ اِ لاّ اللہ

نہ کوئی قیصر و خاقاں نہ کوئی لات و منات
میانِ ارض و سما لا اِ لٰہ اِ لاّ اللہ

ضمیرِ کون و مکاں سوتے سوتے چونک پڑا
دمِ سحر جو سنا لا اِلٰہ اِلاّ اللہ

چھڑا سوال جو گلشن میں مَن ھُوَالمَعبُود
چٹک کے گل نے کہا لا اِلٰہ اِلاّ اللہ

رہِ حیات میں کچھ اور ساز و برگ نہیں
متاعِ اہلِ وفا لا اِلٰہ اِلاّ اللہ

مریضِ کہنۂ انسانیت نہ ہو مایوس
ہے تیرے دکھ کی دَوا لا اِلٰہ اِلاّ اللہ

حسینؓ کے لیے عظمت، یزید کے لیے مرگ
ہے سِرِّ کرب و بلا لا اِلٰہ اِلاّ اللہ

محمدِ عربیؐ پر درود پڑھ اشعرؔ
ہے جن کی خاص عطا لا اِلٰہ اِلاّ اللہ



سب مال خزانہ اُس کا ہے

آنکھوں میں اسی کے جلوے ہیں، دل بھی کاشانہ اُس کا ہے
آفاق سے لے کر انفس تک سب تانا بانہ اُس کا ہے

یہ تو نہ کوئی بھی جان سکا کیا ٹھور ٹھکانہ اُس کا ہے
پر روزِ ازل سے ہر جلوہ جانا پہچانا اُس کا ہے

سچ پوچھو تو سب شاہ وگدا محتاج اسی کے در کے ہیں
وہ کون و مکاں کا سُلطاں ہے سب ٹھاٹ شہانہ اُس کا ہے

یہ سیم و زر، یہ لعل و گُہر، انساں نے کہاں سے پائے ہیں
ہم مفت میں مالک بن بیٹھے، سب مال خزانہ اُس کا ہے

وہ سب کا مالک وخالق ہے وہ سب کا رب اور رازق ہے
مخلوق ہے اہل وعیال اس کی، سنسار گھرانہ اُس کا ہے

بادل دریا اور چشمے کا قطرہ قطرہ بخشش اس کی
باغوں کھیتوں کھلیانوں کا سب دانہ دانہ اُس کا ہے

شاخِ گُل پر بیٹھی بُلبل تسبیح اُسی کی پڑھتی ہے
کوئل کی زباں پر وقتِ سحر مدحت کا ترانہ اُس کا ہے

وہ پھولوں کی رنگینی ہو ، یا خوشبو بھینی بھینی ہو
اشجار کے تن پر پتوں کا سر سبز یہ بانا اُس کا ہے

سونا چاندی، لوہا تانبا، یہ لعل و زمرّد اور ہیرے
دھرتی کے شکم میں تہہ در تہہ ہر شے کا خزانہ اُس کا ہے

یہ لالہ و گل ، یہ شمس و قمر سب اس کی کہانی کہتے ہیں
بادل کی گرج، بجلی کی تڑپ ہر لب پہ فسانہ اُس کا ہے

اوجھل ہے نگاہوں سے سب کی، سب اس کی نظر کی زد میں ہیں
روپوشی و جلوہ نمائی کا یہ شیوہ پُرانا اُس کا ہے

جس سمت نگاہیں اٹھتی ہیں اک سیلِ تجلّی سامنے ہے
جس رُخ سے بھی دیکھو یہ عالم اک آئینہ خانہ اُس کا ہے

افلاک اس کے اک ہاتھ میں ہیں وَالارضُ جَمِیعاً قَبضَتُہٗ
ہر روز ہے اس کی شان الگ ہر طرز یگانہ اُس کا ہے

ایّام و شہور کا وہ صانع، اعصار و دہور اُس کے تابع
ماضی ہو کہ حال و مستقبل ، ہر ایک زمانہ اُس کا ہے

حیّ و قیّوم ہے ذات اُس کی ، عالم کی حفاظت کام اُس کا
اُس کی کُرسی ہیں کون و مکاں دربار شہانہ اُس کا ہے

لِلّٰہِ الاَسمَاءُ الحُسنیٰ ،جس نام سے چاہو یاد کرو
ذاتی ہو چاہے صفاتی ہو ہر نام سُہانا اُس کا ہے



نغمۂ لاہوتی

خورشید میں چمک نہ ستاروں میں نور ہے   سب کچھ اُسی کے حُسنِ اتم کا ظہور ہے
انسان میں کمی نہ ہو گر ذو دید کی   ہر ذرہ اپنی اپنی جگہ ایک طور ہے
حَبلُ الوَرِید سے بھی قریں ہے ترا مقام   مانا کہ تو بشر کی نگاہوں سے دور ہے
روزِ ازل پلائی تھی تو نے مئے اَلَست   رندوں کی روح آج بھی غرقِ سُرور ہے

مجھ پیکرِ خطا پہ بھی رحمت کی اک نظر
سنتا ہوں تو بڑا ہی رحیم و غفور ہے



کوئی تو ہے

ہر عیاں میں ہے جو پنہاں، کون ہے، کوئی تو ہے
اور ہر شے سے نمایاں کون ہے ، کوئی تو ہے

مونسِ دل، محرمِ جاں کون ہے ، کوئی تو ہے
مستقل اس گھر میں مہماں کون ہے، کوئی تو ہے

کون ہے اِدراک کی ہر دسترس سے دُور تر
اور پھر نزدِ رگ جاں کون ہے، کوئی تو ہے

کس کا نامِ پاک بھر جاتا ہے دل کو نور سے
غم ہے جس کا راحتِ جاں کون ہے، کوئی تو ہے

کون سُنتا ہے دلِ کلفت زدہ کی دھڑکنیں
چارہ سازِ دردِ پنہاں کون ہے ، کوئی تو ہے

اوّل و آخر وہی، ظاہر وہی باطِن وہی
غیب وحاضر جس کو یکساں کون ہے، کوئی تو ہے

کس کی کرسی وُسعتِ ارض و سما پر ہے وسیع
اپنی خلقت کا نگہباں کون ہے ، کوئی تو ہے

کس کی ضو سے ہیں مہ وخورشید و انجم مستنیر
شش جہت میں جلوہ ساماں کون ہے، کوئی تو ہے

گُل چٹک کر پڑھ رہا ہے کس کی تقدیسِ جمیل
ہے صبا کس کی ثنا خواں کون ہے، کوئی تو ہے

عدل پر رکھی ازل سے کس نے بنیادِ جہاں
وضع کی پھر جس نے میزاں کون ہے، کوئی تو ہے

تابعِ فرماں ہے کس کی کائناتِ ہست و بود
اس کا حاکم اس کا سلطاں کون ہے، کوئی تو ہے

کفر کے انکار سے بھی جس کا ثابت ہے وجود
وہ بنائے دین و ایماں کون ہے، کوئی تو ہے

ڈالتا ہے کون اپنا پرتوِ عکسِ جمال
ہے زمیں جس سے درخشاں کون ہے، کوئی تو ہے

کس نے اک پیغمبرِ اُمیؐ پہ نازل کر دیا
بے بدل، بے مثل قرآں، کون ہے، کوئی تو ہے

میں سُنا دیتا ہوں اس کو '' قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ''
عقل جب ہوتی ہے حیراں، کون ہے کوئی تو ہے



خدا وہ ہے

خدا وہ ہے جو مُشتِ خاک کو دانائی دیتا ہے
زبانوں کو تکلُّم ، آنکھ کو بینائی دیتا ہے
خلائے نیلگوں کو بیکراں پہنائی دیتا ہے
پہاڑوں کو بلندی، بحر کو گہرائی دیتا ہے
وہی ماں باپ اور بچّے، بہن اور بھائی دیتا ہے
وہی بوڑھا بناتا ہے وہی برنائی دیتا ہے
کوئیں میں پھینک دیں یوسف کو ایسے بھائی دیتا ہے
اُسی بچّے کو اک دن مصر کی دارائی دیتا ہے
وہی دریا میں فرعونوں کا بیڑا غرق کرتا ہے
وہی باطل کو داغِ ذلت ورُسوائی دیتا ہے
لہُو کے لوتھڑے کو ڈھال کر انساں کے سانچے میں
وہ طفلِ بے زباں کو قوتِ گویائی دیتا ہے
ہزاروں صورتیں ہیں پر ہر اک صورت نرالی ہے
وہ خود یکتا ہے اور بندوں کو بھی یکتائی دیتا ہے
نگاہوں کو نہیں تابِ نظارہ اس کے جلووں کی
مگر اِدراک کو ہر شے میں وہ دکھلائی دیتا ہے

اُسی کو عقلِ انسانی نہ پہچانے تو حیرت ہے
جو ہم کو اپنے عرفاں کے لیے دانائی دیتا ہے
زبان ولب کے ہوتے گُنگ کر دیتا ہے انساں کو
مگر چاہے تو پتّھر کو بھی وہ گویائی دیتا ہے
خزاں میں چھین لیتا ہے شجر کا سبز پیراہن
بہاروں کو وہی اِذنِ چمن آرائی دیتا ہے
اُسی کا نام لے کر لالہ و گل لہلہاتے ہیں
وہی برگ و شجر کو ذوقِ خود آرائی دیتا ہے
وہی نغمے عطا کرتا ہے منقارِ عنادل کو
وہی غنچوں کو نزہت، پھول کو رعنائی دیتا ہے
وہی کرتا ہے روشن رات کے دامن میں جگنو کو
کُہستاں کو چراغِ لالۂ صحرائی دیتا ہے
اُفق پر سات رنگوں کی دھنک اس کا کرشمہ ہے
مہ و انجم سے شب کو زینت و زیبائی دیتا ہے
قلم حمدِ خدا، نعتِ نبیؐ لکھتا ہے جب اشعؔر
وہی شاعر کو آدابِ سخن آرائی دیتا ہے



نغمۂ حمد

جلوے سب جانے پہچانے اللہ کے ہیں
کون بتائے کہاں ٹھکانے اللہ کے ہیں

کوئی مانے چاہے نہ مانے اللہ کے ہیں
دنیا کے سب مال خزانے اللہ کے ہیں

پھیلے ہوئے یہ سطحِ ثریٰ سے تا بہ ثُریّا
ہستی کے سب تانے بانے اللہ کے ہیں

ماضی اور حال اس کے، وہ فردا کا مالک
وقت ہے شاہد سارے زمانے اللہ کے ہیں

لِمَنِ المُلک جب اس ربُ الارباب نے پوچھا
دی ہے شہادت ارض وسمانے، اللہ کے ہیں

نیل گگن میں بکھرے ہوئے ہر سو یہ ستارے
جگمگ کرتے دیپ سہانے اللہ کے ہیں

شمس وقمر سرگرمِ طواف اس کی ڈیوڑھی کے
صبحِ ازل سے سب دیوانے اللہ کے ہیں

آبِ رَواں کے شور میں اس کی حمد کا نغمہ
موجِ ہوا کے لب پہ ترانے اللہ کے ہیں

گلشن گلشن ہے محفل آرائی اس کی
غنچہ سُبو ہے، گُل پیمانے اللہ کے ہیں

نافۂ آہو میں پنہاں خوشبو کے ذخیرے
پھولوں میں رنگوں کے خزانے اللہ کے ہیں

اس کی رحمت بندہ نوازی پر جب آئے
لطف وکرم کے لاکھ بہانے اللہ کے ہیں

نُطق و بیاں کو معجزۂ فن دینے والا
اشعرؔ کے ہونٹوں پہ ترانے اللہ کے ہیں



قطعات

ابن آدم اور بھی گمراہیوں میں کھو نہ جائے
اونگھتا سا اس کا یہ ادراک بالکل سو نہ جائے
آج تو انکارِ خلّاقِ جہاں پر ہے مُصر
آدمی کل اپنی ہستی کا بھی منکر ہو نہ جائے



اے منزلِ توحید سے برگشتہ بشر!
کب تک تو کرے گا جبیں سائی در در
سُن کوئی پکارتا ہے گردوں سے تجھے
لَا تَدعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھاً اٰخر



اتنا پُرکیف جمالِ مہ و انجم تو نہیں
اِتنا دِلکش گل و لالہ کا تبسّم تو نہیں
آج سچ سچ مجھے بتلاؤ تمھیں اپنی قسم
اِن مناظر میں کہیں جلوہ نُما تم تو نہیں



بس اِک نگاہِ کرم

چلو چلو کہ کُھلا بابِ بارگاہِ کرم
ہیں ہم فقیرِ کرم، وہ ہیں بادشاہِ کرم

ہم آرہے ہیں زمانے کی ٹھوکریں کھا کر
مرے کریم! ہمیں بخش دے ، پناہِ کرم

سوال یہ ہے کہ ہم پھر بھی تیرہ بخت ہیں کیوں
خدا ہے مہرِ کرم اور حضورؐ ماہِ کرم

لہو لہو ہیں بدن، تار تار پیراہن
بس اک نگاہِ کرم، ہاں بس اک نگاہِ کرم

قدم بڑھاؤ تو منزل قریب آجائے
کھلی ہے حدِ نظر تک وہ شاہراہِ کرم

ہماری تشنہ لبی کو خبر نہیں کہ ہنوز
مچل رہا ہے ادھر سیلِ بے پناہِ کرم

ہماری بُو الہوسی تو نہیں ہے اس قابل
عجب نہیں وہ اگر ڈال دیں نگاہِ کرم

نگاہِ یاس ہی جلوہ شناسِ حسن نہیں
وگرنہ دُور نہیں ان کی بارگاہِ کرم

بصد خلوص جھکادے سرِ نیاز اشعرؔ
کہ مُلتفت ہے وہ سلطانِ کجکلاہِ کرم



مجھے کھجوروں کے بن میں اُتار دے یارب!

خزاں کا زرد لبادہ اُتار دے یا رب!
مرے چمن کو لباسِ بہار دے یا رب!

تو میرے فقر کو ایسا وقار دے یا رب!
کہ شاہ ، تاج ادب سے اُتار دے یا رب!

جہاں سے جاتی ہو غارِ حرا کی پگڈنڈی
نگاہِ شوق کو وہ رہگذار دے یا رب!

میں کب تک اُڑتا رہوں نیلگوں فضاؤں میں
مجھے کھجوروں کے بن میں اُتار دے یا رب!

پھُوار بن کے میں گرجاؤں سبز گنبد پر
مجھے حضورؐ کے صدقے اتار دے یا رب!

مری جبیں پہ سجا اپنی سجدہ گاہ کی دھول
مرے وجود کا چہرہ نکھار دے یا رب!

اذانِ صبح کے نغمے سے کھول آنکھ مری
فسونِ شب مرے سر سے اُتار دے یا رب!

کوئی گھڑی نہ ترے ذِکر و فکرِ سے ہو تہی
وہ صبح و شام وہ لیل نہار دے یا رب!

میں اپنی ذات کے آئینے میں تجھے دیکھوں
مجھے وہی نگہِ اعتبار دے یا رب!

ترے عذاب سے ڈر کر نہ ہو تری طاعت
تو ڈر سے بڑھ کے مجھے اپنا پیار دے یا رب!

رہوں میں در پہ ترے تو نگاہ رکھ مجھ پر
ہٹوں جو دور تو فوراً پکار دے یا رب!

فریبِ نفس کے زِنداں میں کب سے ہوں محبوس
فصیلیں توڑ کے راہِ فرار دے یارب!

میں آج تک تو رہا اپنے دل کے قابو میں
اب اپنے دل پہ مجھے اختیار دے یا رب!

ہَوس کو خلعتِ شاہی سے زیب و زینت بخش
جُنوں کو پیر ہنِ تار تار دے یا رب!



چراغاں

(حصۂ نعت)

اے طبعِ رسا، آسان سہی گل گشت غزل کی وادی میں
شاعر کا بھرم کھل جاتا ہے جب نعت کا میداں ملتا ہے

اشعر

مصطفےؐ کے جلوے

ازل کے دن سے جہاں میں بکھرے ہوئے ہیں ہر سُو خدا کے جلوے
ہر ایک ذرّے سے ہیں نمایاں کرم کے جلوے، عطا کے جلوے
اسی کی قدرت، اُسی کی رحمت، اُسی کی جود و سخا کے جلوے
قدم قدم پر ہزار جلوے
خدا کے ہیں بے شمار جلوے
مگر یہ جلوے نظر نہ آتے، نہ ہوتے گر مصطفےؐ کے جلوے



کیا محمدؐ کا نور پیدا، خدا نے سارے جہاں سے پہلے
نظام و شمس و قمر سے پہلے، زمین سے، آسماں سے پہلے
حکیمِ مطلق کی شان دیکھو، مکیں بنایا مکاں سے پہلے
یہ بزم اُن کے لیے سجائی
یہ سب تھا اعزازِ مُصطفائی
نظر سے پہلے ہوئے ہویدا جہاں میں اُس خوش ادا کے جلوے



تھی خشک انسانیت کی کھیتی، وہ بن کے ابرِ بہار آئے
رسُولِ اکرمؐ ، نبی اعظمؐ، رسولوں کے تاجدار آئے
نگاہ میں جیسے نور اُترے، دلوں میں جیسے قرار آئے
اُکھڑ گیا ظلمتوں کا ڈیرا
اُفق سے اُبھرا نیا سویرا
چمک اُٹھی کائنات ساری جو پھیلے شمس الضحیٰؐ کے جلوے



وہ صبحِ صادق تھی کتنی روشن، جبینِ گیتی چمک رہی تھی
تجلّیِ طور آج فاراں کی چوٹیوں سے جھلک رہی تھی
ریاضِ بطحا کی ہر روِش پر نسیمِ رحمت سنک رہی تھی
صبا نے کلیوں کو گدگدایا
گلوں کا شبنم نے منہ دھلایا
کہا فرشتوں نے چل کے دیکھیں، زمیں پہ نورِ خدا کے جلوے



غرورِ آدمؑ ، دعائے نوحؑ و خلیلؑ ، فخرِ کلیمؑ آیا
تمام خلقت پکار اُٹھی، رحیم آیا کریم آیا
ہری ہوئی آمنہ کی گودی کہ اس میں دُرِّ یتیم آیا
بجائے حوروں نے شادیانے
فضا میں گونجے حسیں ترانے
حلیمہ گھر میں سمیٹ لائی ہے آمنہ کے لَلا کے جلوے



ہے اُن کی تخلیق سب سے اوّل، ہے سب سے آخر ظہور اُن کا
ازل سے رکھا جبینِ آدمؑ میں حق تعالےٰ نے نور ان کا
وہ دیر میں کس لیے نہ آتے سفر ہی تھا اتنی دور ان کا
ہیں شرحِ قالوٗا بلیٰ محمدؐ
ہیں خلق کا مُدعا محمدؐ
رہیں گے تا روزِ حشر روشن یہ خاتم الانبیاءؑ کے جلوے



کبھی جو دیکھو کتابِ ہستی کو پچھلے چودہ ورق پلٹ کر
شعورِ انساں کو غرق پاؤ گے بحرِ وہم و گماں میں یکسر
یہاں غم انگیز ہر سماں تھا، تو دھندلا دھندلا ہر ایک منظر
صنم پرستی کا یاں چلن تھا
بہت ہی مسرور اہرمن تھا
بشر کی نظروں سے چھپ گئے تھے خدائے ارض وسما کے جلوے



فضائے عالم کی وُسعتوں پر محیط تھا جہل کا اندھیرا
یہاں تھا عصیاں کا دور دورہ، پڑا تھا ظلم و ستم کا ڈیرا
شبِ ضلالت کی تیرگی میں نہاں تھا توحید کا سویرا
خدا کو بندوں پہ پیار آیا
نویدِ فصلِ بہار آیا
اُفق کے ماتھے سے نور پھوٹا، چمک اُٹھے کبریا کے جلوے



رسولؐ ، پامال سنگریزوں کو بھی نگینہ بنانے والا
خرد کو دانا بنانے والا، جنوں کو بینا بنانے والا
دلوں کو عرفانِ علم و حکمت کا آبگینہ بنانے والا
کھلائے رحمت کے پھول اُس نے
دِیے دوامی اُصول اُس نے
کتابِ ہستی کے ہر ورق پر ہیں احمدِ مجتبیٰؐ کے جلوے



رسول اکرمؐ ، جنھوں نے اپنے گداؤں کو تخت و تاج بخشا
عرب کے بھیڑیں چرانے والوں کو مصر و ایراں کا راج بخشا
جو وحشتوں میں پلے ہوئے تھے انھیں مہذب سماج بخشا
فیوض ہیں سب پہ عام ان کے
ہیں تاجوَر بھی غلام ان کے
یہ سب ہیں اُن کے کرم کے جلوے، یہ سب ہیں اُن کی عطا کے جلوے



رسولؐ ایسا کہ رہ کے بھوکا جو اپنے سائل کا پیٹ بھر دے
بدن سے پیراہنِ مبارک یتیم کو جو اُتار کر دے
خود اپنے گھر میں جلے نہ چولھا مگر غریبوں کو مال و زر دے
ضعیف کا سر پہ بوجھ ڈھوئے
غلاموں کی فکر میں نہ سوئے
جو وہ نہ آتے کہاں سے ملتے ہمیں یہ دینِ ہُدیٰ کے جلوے



وہ جس کی تشریف آوری سے زمینِ کا رُتبہ ہوا دوبالا
وہ ہے رسالت کا ماہِ کامل، سب انبیاء اس کے گِرد ہالا
وہ جس کی آمد سے ساری دنیا میں پھیلا توحید کا اُجالا
بشیر کہیے ، نذیر کہیے
اسے سراجِ منیر کہیے
نہ کیوں براہیمؑ دیکھ کر خوش ہوں اپنی مانگی دعا کے جلوے



وہ آیا جس نے دماغِ انساں کو فکر و سنجیدگی عطا کی
وہ آیا جس نے جنون و وحشت کو حکمت و آگہی عطا کی
وہ جس نے بے جان آدمیّت کو اک نئی زندگی عطا کی
خدا کا احساں ہے ذات ان کی
ہے اُسوۂ حق حیات اُن کی
مرے نبیؐ میں ہیں سارے نبیوں کے خُلقِ معجز نما کے جلوے



رسولِ اکرمؐ نے زندگی کو حقیقتوں کا شعور بخشا
خدا کے بندوں کو خیر و شر کی تمیز، عرفاں کا نور بخشا
طلسمِ وہم و گماں مٹایا انھیں یقیں کا سُرور بخشا
خدا سے رشتہ بشر کا جوڑا
بتوں کا رُعب و جلال توڑا
نبیؐ کے جلووں کی روشنی میں بشر نے دیکھے خدا کے جلوے



بچھے ہوں راہوں میں جس کی کانٹے ، وہ ہر قدم دشمنی کی سازش
دیارِ طائف میں ہر طرف سے وہ کنکروں ، پتھروں کی بارش
جو فتح پائے تو خوں کے پیاسوں پہ بھی کرے رحمت و نوازش
جو زخم کھا کر بھی مسکرائے
عدو کو بڑھ کر گلے لگائے
بنائیں دشمن کو دوست اپنا نبیؐ کے عفو و عطا کے جلوے



بنے وہ عرشِ بریں کے مہماں یہ تھا عروج وکمال اُن کا
سنوارا تھا صانعِ ازل نے وہ روپ تھا بے مثال اُن کا
فلک سے حور و مَلک اُتر کر نہارتے تھے جمال اُن کا
سراپا وہ ذات معجزہ ہے
نبیؐ کی ہر بات معجزہ ہے
اندھیرے خود جگمگا اٹھے ہیں نبیؐ کی ڈیوڑھی سے لا کے جلوے



قمر دو ٹکڑے ہو آسماں پر، کریں جو اُنگلی سے وہ اشارے
ہو ان کی مرضی تو بند مُٹھی میں کنکری لاالٰہ پکارے
جو پانی گھٹ جائے قافلے کو تو اُنگلیوں سے رواں ہوں دھارے
جدھر وہ فرمائیں خوش خرامی
شجر حجر جھک کے دیں سلامی
نگاہیں حیراں تھیں دیکھ کر اس وجودِ معجز نما کے جلوے



ہو خود گناہوں سے پاک لیکن کٹے نمازوں میں رات اس کی
دعائیں رو رو کے رب سے مانگے کہ پائے اُمّت نجات اس کی
اسے خدا سے یہ ہے توقُّع کہ وہ نہ ٹالے گا بات اس کی

وہ شافعِ عرصۂ جزا ہے
گناہگاروں کا آسرا ہے

مقامِ محمود میں وہ ہوں گے تو دیکھنا مصطفٰےؐ کے جلوے



حضورؐ تشریف لائے دُنیا میں اک مکمّل نظام لے کر
پیامِ خیرو فلاح لے کر ، سکون و امن و سلام لے کر
تھی روح انسانیت کی پیاسی وہ آئے رحمت کا جام لے کر

وہ لُطف کا چشمۂ رَواں ہیں
کرم کا دریائے بیکراں ہیں

سحر نے رخ سے اجالے مانگے تو شب نے زلفِ دوتا کے جلوے



پلے جو آغوشِ بیوگی میں ، جہاں میں وہ انقلاب لائے
جو حرف نا آشنا ہو یکسر وہ آسمانی کتاب لائے
فلاحِ نوعِ بشر کی خاطر وہ اک مکمّل نصاب لائے

نہ ہوں پُرانے اُصول جس کے
کبھی نہ مُرجھائیں پھول جس کے

رہیں گے نقشِ دوام بن کر حضورؐ کے نقشِ پا کے جلوے



جنابِ صدیقؓ باصفا ہیں، کمالِ عشق و وفا کے پیکر
عمرؓ ہیں بے لاگ عدل کے تو غنیؓ ہیں حِلم و حیا کے پیکر
علیؓ شجاعت میں بے بدل ہیں، حسینؓ صبر و رضا کے پیکر

نبیؐ کے یاروں پہ ہم نچھاور
خدا کے پیاروں پہ ہم نچھاور

دل و نظر میں نہ کیوں سمائیں جنابِ خیرالوریٰؐ کے جلوے



بھٹک گئی ہے نبیؐ کی اُمت، یقین دے، جذبۂ عمل دے
شجر ہیں ایماں کے خشک یارب، تو اپنی رحمت سے پھول پھل دے
مصیبتوں میں گھرے ہوئے ہیں، الٰہی ان مسئلوں کا حل دے

جہاں میں عِزّو وقار دیدے
ہمیں پیمبرؐ کا پیار دیدے

ہمارے قلب و جگر میں بھر دے الٰہی! صلِّ علیٰ کے جلوے



میرے نبیؐ کی زندگی ایک کھُلی کتاب ہے

دیکھ لے آنکھ کھول کر جس کی نظر میں تاب ہے
میرے نبیؐ کی زندگی اک کھلی کتاب ہے

ان کی عجب ہے بارگاہ ، ان کی عجب جناب ہے
عشق بھی فیض یاب ہے، عقل بھی فیض یاب ہے

میری نظر میں بس وہ ذات دہر میں انتخاب ہے
حُسن ہے جس کا بے مثال، خُلق بھی لاجواب ہے

آپؐ کے قلب پر ہوا رب کی کتاب کا نزول
قول و عمل حضورؐ کا ترجمۂ کتاب ہے

تاج و سریر کا شکوہ آپؐ کے در پہ سرنگوں
بزمِ حریمِ ناز میں فقر بھی باریاب ہے

آپؐ کے نقشِ پا سے دور امن و سکوں کی جستجو
کاوشِ بے حصول ہے، وہم و خیال و خواب ہے

عقل و خرد کا اِرتقا، فکرِ بشر کی ہر اُڑان
گر نہ ہو اُنؐ کی رہبری ، خیمۂ بے طناب ہے

حکمتیانِ غرب و شرق پا نہ سکے سُراغِ حق
نورِ یقیں نہ ہو تو پھر عقل بھی اک حجاب ہے

نوعِ بشر نہ ہو حزیں آگئے آخری رسولؐ
تیری نوائے درد کا غیب سے یہ جواب ہے

آ ہوئے تشنہ لب ٹھہر، جاں کو نہ یوں ہلاک کر
سمجھا ہے آب جو جسے، تپتا ہوا سراب ہے

ایک خدا کی بندگی، ایک نبیؐ کی پیروی
اس کے سوا فلاح و خیر، بے بصروں کا خواب ہے

شب کا وہاں گذر نہیں ، تیرگیوں کا ڈر نہیں
اُن کی گلی کا ذرّہ بھی رو کشِ آفتاب ہے

آپؐ کا پرتوِ جمیل ، عدل و تدبّرِ عمرؓ
آپؐ کی اک ادائے ناز فقرِ ابو ترابؓ ہے

یادِ نبیؐ میں محو ہوں، مجھ کو جگا نہ دے کوئی
کتنی لطیف نیند ہے، کتنا حسین خواب ہے



عجب سُہانی ہے صبحِ ولادتِ نبوی

فلک پہ چاند ستاروں کی انجمن ہے سجی
سُرور و کیف لٹاتی نسیمِ صبح چلی
چٹک کے پھول بنی اوس میں نہائی کلی
عجب سُہانی ہے صبحِ ولادتِ نبوی

صبا کے ہونٹوں پہ تسبیح کے ترانے ہیں
فضا میں نکہتِ گُل کے کُھلے خزانے ہیں



نہ جانے کون زمانے میں آنے والا ہے
اُفق اُفق پہ اُسی نور کا اجالا ہے
ازل سے گود میں فطرت نے جس کو پالا ہے
خدا نے حسن کے سانچے میں جس کو ڈھالا ہے

چمن کے غنچہ و گُل وقفِ شادمانی ہیں
طیُور شاخوں پہ سرمستِ نغمہ خوانی ہیں



حضورؐ سیّدِ کونین ، ہادیِ عالم
وہ فخرِ کون و مکاں، نازشِ بنی آدم
شفیعِ روزِ جزا، شمعِ جلوہ بارِ حرم
وہ جس کے رعب سے سجدے میں گر پڑے تھے صنم

وجود مثلِ نسیمِ بہار تھا جن کا
وہ آگئے کہ بہت انتظار تھا جن کا



ادب سے جن کو رسولِ کریمؐ کہتے ہیں
وہ جن کو صاحبِ خُلقِ عظیم کہتے ہیں
وہ جن کو پیار سے دُرِّ یتیم کہتے ہیں
خدا کی طرح رؤف و رحیم کہتے ہیں

خدا نے اُن کو دو عالم کا راج بخش دیا
سب انبیاء کی امامت کا تاج بخش دیا



وہ جن کی ذات پہ تکمیلِ عظمتِ بشری
وہ جس کے سامنے سرِخم خرد کی خیرہ سری
وہ جس کے در پہ کریں جبرئیل نامہ بری
احاطہ کیا کرے ان کا ہماری بے بصری

بساطِ دہر میں ان کی کوئی مثال نہیں
جہاں میں ایسا کوئی صاحبِ جمال نہیں



خدا کے بعد وہ سب سے بڑی حقیقت ہیں
ازل کا سرِّ نہاں، ترجمانِ فطرت ہیں
بشر کی شکل میں یکسر نویدِ رحمت ہیں
زبور و وید و اناجیل کی بشارت ہیں

اُنھیں کی ذات سے اللہ کا سُراغ ملا
جو ضو فشاں ہے ہدایت کا وہ چراغ ملا



وہ جن کو خضرِ رہِ بخشش و نجات کہیں
وہ جن کو منتخبِ بزمِ ممکنات کہیں
وہ جن کے عشق کو سرمایۂ حیات کہیں
وہ جن کو باعثِ تخلیقِ کائنات کہیں

خدا نے محفلِ ہستی سجائی اُن کے لیے
کہ مُنتظِر تھی خدا کی خدائی اُن کے لیے



وہ جن کے فضل کا دشمن بھی اعتراف کریں
جو اپنے خون کے پیاسوں کو بھی معاف کریں
فرشتے پلکوں سے جن کی گلی کو صاف کریں
وہ جن کے حُجرے کا ہفت آسماں طواف کریں

بہارِ حق کا گلِ سر سَبد اُنھیں کہیے
ازل کا نور، فروغِ ابد اُنھیں کہیے



وہ جِن کی زلفِ معنبر ہے رحمتوں کی گھٹا
وہ جِن کے پاک پسینے پہ عطرِ خُلد فِدا
ہلالِ عید تراشہ ہے جِن کے ناخُن کا
تمام کون و مکاں جِن کے نور کا صدقہ

جدھر وہ چلتے ہیں غُنچے چٹکتے جاتے ہیں
گلاب باغِ جناں کے مہکتے جاتے ہیں



اُنھیں کا بھٹکی ہوئی زندگی پتہ پوچھے
زمانہ اُن سے رہِ منزلِ ہُدیٰ پوچھے
بہارِ خُلد مدینے کا راستہ پوچھے
خدائے پاک بھی منشائے مصطفیٰ پوچھے

وہ بولتے نہیں خالق کی شان بولتی ہے
خدا کی بات نبیؐ کی زبان بولتی ہے



بشر کو راہِ صداقت دکھانے آئے تھے
وہ درسِ مہر و اخوّت پڑھانے آئے تھے
وہ دُشمنوں کو گلے سے لگانے آئے تھے
وہ لے کے رحم و کرم کے خزانے آئے تھے

تھیں جتنی خوبیاں اس ذات پہ تمام ہوئیں
بلندیاں بھی میرے نبیؐ کے نام ہوئیں



غُلام اُن کے زمانے میں انتخاب ہوئے
جو خار وخس تھے وہی لالہ و گلاب ہوئے
جو اُن سے چھو گئے وہ ذرّے آفتاب ہوئے
جو سرکشی پہ اَڑے خانماں خراب ہوئے

جو اُن کے بامِ تقدّس پہ خاک اُڑائے گا
وہ ذلتوں کے سمندر میں ڈوب جائے گا



کوئی صحیفۂ رب کا جواب لا نہ سکا
نظامِ زیست کا کامل نصاب لا نہ سکا
زمانہ آج تک ایسی کتاب لا نہ سکا
کہ جس کی چوٹ کی باطل بھی تاب لا نہ سکا

چمک نہ کم ہوئی وہ آفتاب ہے قرآں
ثبوتِ صدقِ رسالت مآبؐ ہے قرآں



الٰہی! جذبۂ صدیقِؓ باصفا دے دے
عمرؓ کا رعب، غنیؓ کی ہمیں حیا دے دے
علیؓ کی بے جگری، صبرِ فاطمہؓ دے دے
حسنؓ کا حِلم دے، جذبہ حُسینؓ کا دے دے

تو اپنے دین کے سانچے میں ڈھال دے، ہم کو
الٰہی، سوزِ اُویسؒ و بلالؓ دے ہم کو



حضور! آپ سے اُمّت کا حال کیا کہیے
یہ کیسے کیسے ہوئی پائمال کیا کہیے
ہماری کج رُویوں کا مآل کیا کہیے
نہیں سنبھلنے کا اب بھی خیال کیا کہیے

اگرچہ عشق کے دعوے بہت زبان پہ ہیں
عمل صفر ہے، دماغ اب بھی آسمان پہ ہیں



یہ بد نصیب خود اپنا مقام بھول گئے
نبیؐ کا حکم خدا کا کلام بھول گئے
دیا تھا آپؐ نے جو، وہ پیام بھول گئے
نماز، مقتدیؔ بے امام بھول گئے

نہ علم ہے نہ عمل ہے نہ بندگی کا شعور
نہ جانے چھین لیا کس نے زندگی کا شعور



سلام اُن پہ جنھیں افضلُ البشر کہیے
ضلالتوں کی شبِ تار کی سحر کہیے
رسولِ جِنّ و بشر، شاہِ بحر و بر کہیے
وہ سب حسینوں میں جن کو حسین تر کہیے

یہ ٹوٹی پھوٹی سی مدحت قبول ہو جائے
تو کاوشِ دلِ اشعرؔ وصول ہو جائے



نور کے پھول

مال خزانہ پاؤں کی دھول میری دولت عشقِ رسولؐ
نعتِ نبیؐ کا جب ہے مزا دل پہ مضامیں کا ہو نزول
بن جائے ہر سانس درُود تب ہے کمالِ عشقِ رسولؐ
ان کی اطاعت، ان سے پیار دین کے ہیں دو خاص اُصول
تنہائی میں ان کی یاد تاریکی میں نور کے پھول
اے دلِ ناداں میری سُن سب کو بھلا دے اُن کو نہ بھول
دشتِ عرب کے خاروں سے شرمائیں جنّت کے پھول
خاکِ شفا ہے غازۂ نور اُن کی گلی کی اُڑتی دھول
لکھنے کو تو لکھ دی نعت کاش وہ کرلیں اِس کو قبول
اُن سے رکھ امیدِ کرم اشعؔر کیوں ہے اتنا ملول

ختم ہے اُن پر ہر توصیف
پھر کیوں دیجے بات کو طول



وہ رحمت بن کے آئے ہیں

زمین و آسماں میں جشنِ عشرت کے ہیں نظّارے ہیں وقفِ نور افشانی ثوابت ہوں کہ سیارے
وہ آئے آمنہ کی گود میں اللہ کے پیارے فلک نے رات کے آنچل میں ٹانکے چاند اور تارے

مَلک نذرانۂ گلہائے جنّت لے کے آئے ہیں

وہ رحمت بن کے آئے ہیں وہ رحمت لے کے آئے ہیں



عجب رونق فزا ہے آمدِ سرکارؐ کا عالم بنو ہاشم کے گھر ہے بارشِ انوار کا عالم
ہے جلوہ ریز کعبہ کے در و دیوار کا عالم تعالی اللہ میلادِ شہِ ابرارؐ کا عالم

نہ پوچھو ساتھ کتنی خیر و برکت لے کے آئے ہیں

وہ رحمت بن کے آئے ہیں وہ رحمت لے کے آئے ہیں



طیورِ خوشنوا گلشن میں محوِ نغمہ خوانی ہیں کھلے شاخِ شجر پہ غنچہ ہائے ارغوانی ہیں
ہوائیں نکہت افشاں ہیں فضائیں بھی سہانی ہیں فرشتوں کے لبوں پر نغمہ ہائے شادمانی ہیں

سراپا نور ہیں نورِ ہدایت لے کے آئے ہیں

وہ رحمت بن کے آئے ہیں وہ رحمت لے کے آئے ہیں



نہ ان کی عظمتوں کی حد نہ ان کی رفعتوں کی حد   خدا کے بعد خلقت میں ہیں سب سے اشرف و امجد
ہے صادق یہ مثل ان پر کہ "دیر آید درست آید"   ہے قولِ ابنِ مریمؑ یَاتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَد

سبھی اگلے نبی ان کی بشارت لے کے آئے ہیں
وہ رحمت بن کے آئے ہیں وہ رحمت لے کے آئے ہیں



خدا نے ان کے سر پہ تاجِ محبوبی سجایا ہے   بصد اعزاز ان کو عرشِ اعظم پر بُلایا ہے
نہ ہو سایہ تو کیا، عالم کے سر پہ ان کا سایہ ہے   نبی آئے گا ان کے بعد کوئی اور نہ آیا ہے

محمدؐ منصبِ ختمِ نبوّت لے کے آئے ہیں
وہ رحمت بن کے آئے ہیں وہ رحمت لے کے آئے ہیں



وہ عالم کے لیے خیر و سعادت لے کے آئے ہیں   نہ وحشت لے کے آئے ہیں نہ دہشت لے کے آئے ہیں
پیامِ صُلح و درسِ آدمیت لے کے آئے ہیں   وہ تہذیبِ مساوات واخوّت لے کے آئے ہیں

جہاں میں امنِ عالم کی ضمانت لے کے آئے ہیں
وہ رحمت بن کے آئے ہیں وہ رحمت لے کے آئے ہیں



عدو بھی ان کے حُسنِ خُلق کا اقرار کرتے ہیں   جفا کاروں پہ وہ تیغِ کرم سے وار کرتے ہیں
جو طائف میں نبیؐ پر سنگ کی بوچھار کرتے ہیں   انھیں بھی وہ دعا دیتے ہیں، ان سے پیار کرتے ہیں

الٰہی ! کیسی وہ پاکیزہ فطرت لے کے آئے ہیں
وہ رحمت بن کے آئے ہیں وہ رحمت لے کے آئے ہیں



خدا ہی جانتا ہے مرتبہ ان کا ، مقام ان کا ہے افضل تاجداروں سے بھی اک ادنیٰ غلام ان کا
خدا نے بھی نہیں ان کو پکارا لے کے نام ان کا فرشتوں کو بھی تھا ملحوظ اتنا احترام ان کا

کہ جبریلؑ ان کی خدمت میں اجازت لے کے آئے ہیں
وہ رحمت بن کے آئے ہیں وہ رحمت لے کے آئے ہیں



غمِ اُمت میں آقا چین کی کب نیند سوتے ہیں گنہ گاروں کی بخشش کے لیے بیتاب ہوتے ہیں
خدا کے سامنے سجدے میں جب سر رکھ کے روتے ہیں تو اشکوں کے دُرِ نایاب پلکوں سے پروتے ہیں

نہ جانے دل میں کتنا دردِ اُمت لے کے آئے ہیں
وہ رحمت بن کے آئے ہیں وہ رحمت لے کے آئے ہیں



مہِ کامل ہوا شق اک اشارہ پا کے حضرتؐ کا پڑھا پتھر نے کلمہ بند مُٹھی میں شہادت کا
ہے قرآنِ مبیں شاہد پیمبرؐ کی صداقت کا کوئی انکار کر سکتا ہے کیا ان کی رسالت کا

وہ پُشتِ پاک پر مُہرِ نبوت لے کے آئے ہیں
وہ رحمت بن کے آئے ہیں وہ رحمت لے کے آئے ہیں



ہیں بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ جاں نثاروں میں خدا نے چُن لیا ہے اُن کو لاکھوں میں ہزاروں میں
جھلکتا ہے نبی کا عکس ان کے چار یاروں میں ہے ان کا خونِ دل شامل خلافت کی بہاروں میں

حسنؓ ہوں یا حسینؓ ان کی شباہت لے کے آئے ہیں
وہ رحمت بن کے آئے ہیں وہ رحمت لے کے آئے ہیں



غلامانِ نبیؐ کے حوصلے کم ہو نہیں سکتے جو ظلم و جبر سے دب جائیں وہ ہم ہو نہیں سکتے
یہ جذبے غیرتِ ایماں کے مدّھم ہو نہیں سکتے بھلے ہی ٹوٹ جائیں ہم، مگر خم ہو نہیں سکتے

زمینِ کربلا سے عزم و ہمّت لے کے آئے ہیں
وہ رحمت بن کے آئے ہیں وہ رحمت لے کے آئے ہیں



کوئی انسان کیا مدحِ شہِ کون و مکاں لکھے لکھیں روح الامیں یا خود خدائے دو جہاں لکھے
اگر اوصافِ سرورؐ اشعرؔ کج مج بیاں لکھے نہیں ممکن کہ مدحت آپ کے شایانِ شاں لکھے

فقط ہم چند گلہائے عقیدت لے کے آئے ہیں
وہ رحمت بن کے آئے ہیں وہ رحمت لے کے آئے ہیں



کٹ جائے سانسوں کی ڈور مدینے میں

سبز قطار کھجوروں کی ہو چاروں اور مدینے میں
بیچ میں ناچے میرے من کا پاگل مور مدینے میں

ہاتھ اگر آجائے اک نورانی بھور مدینے میں
بن کے پپیہا خوب مچاؤں پی پی شور مدینے میں

جب پونم کا چاند بکھیرے کرنیں ان کے روضے پر
اُڑ اُڑ کر میں چکر کاٹوں مثلِ چکور مدینے میں

خوب اُڑوں اونچے آکاش میں پھروں جیسے کوئی پتنگ
پھر ایسا ہو کٹ جائے سانسوں کی ڈور مدینے میں

لاکھ بٹھائیں پہرے مجھ پر راہوں کی نگرانی ہو
لک چھپ کر گھس جاؤں پھر بھی بن کر چور مدینے میں

فوز و فلاح کے موتی برسے جل تھل ہو گئی ساری زمیں
جب بھی اٹھے ہیں رحمت کے بادل گھنگھور مدینے میں

میری ہی قسمت میں یارب اس دھرتی کا لمس نہیں
صبح و شام چریں اور گھومیں ڈنگر ڈھور مدینے میں

گو اس کے قابل تو نہیں میں پر یہ ناممکن بھی نہیں
عمر کٹے کاشی نگری میں پاؤں گور مدینے میں

کیا ان کے گیسو بکھرے ہیں، کیا وہ پسینہ گمکا ہے
کیسی یہ خوشبو پھیلی ہے چاروں اور مدینے میں



ہر اک نبی کو بخشا اک معجزہ خدا نے
میرے نبیؐ کی لیکن ہر بات معجزہ ہے

اس ذات پر نچھاور کل کائنات اشعرؔ
سرتا قدم جہاں میں جو ذات معجزہ ہے



مدحتِ سلطانِ مدینہؐ

لکھنی ہے مجھے مدحتِ سُلطانِ مدینہؐ
کرنی ہے بیاں سیرتِ سُلطانِ مدینہؐ
کر میری مدد رحمتِ سُلطانِ مدینہؐ
لرزاں ہیں مرے ہاتھ، قلم کانپ رہا ہے
بڑھتا ہی نہیں اشہبِ فن ہانپ رہا ہے



کس منُھ سے کہوں عاشقِ زارِ شہِ دیں ہوں
ادنیٰ سا میں اک مدح نگارِ شہِ دیں ہوں
گُل چینِ چمن زارِ بہارِ شہِ دیں ہوں
شاید ہو یہی حشر میں بخشش کا سہارا
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را



اللہ! مرے نُطق کو تو قدرتِ فن دے
اِس بندۂ ناچیز کو اعجازِ سخن دے
حسانؓ کے لب بخش دے جامیؒ کا دہن دے
اِس طرح ثنائے شہِ کونین رقم ہو
کوثر کی سیاہی ہو تو طوبیٰ کا قلم ہو



قرطاس پہ لفظوں کے بکھیروں وہ ستارے
تاریک دلوں میں ہوں رواں نور کے دھارے
تارِ رگِ جاں صلِّ علیٰ خود ہی پکارے
وہ فکر دے یارب مجھے، وہ طرزِ بیاں دے
جیسے حرمِ کعبہ میں جبریلؑ اذاں دے



اللہ غنی، ذکرِ دل آرامِ محمدؐ
منہ شہد سے بھر جائے جو لوں نامِ محمدؐ
سرمایۂ دارَین ہے پیغامِ محمدؐ
تہذیبِ محبّت ہے اِسی نام سے زندہ
ہے آج بھی انسانیت اسلام سے زندہ



ہیں فخرِ رُسُل، نازشِ آدم مرے آقاؐ
کونین کے اَسرار کے محرم مرے آقاؐ
ہیں پیکرِ حق، نورِ مجسّم مرے آقاؐ
اس دہر میں تکمیل رسالت ہوئی ان سے
پوری لبِ عیسیٰؑ کی بشارت ہوئی ان سے



وہ نورِ ازل، کشورِ کونین کے سُلطاں
وہ قبلۂ دیں، کعبۂ جاں، منزلِ ایماں
دانائے سُبُل، ہادیٔ کُل، رحمتِ یزداں
اللہ کا سب سے بڑا احساں ہیں محمدؐ
ہے فرش پہ گھر عرش کے مہماں ہیں محمدؐ



اللہ رے سرکارؐ کی وہ ذاتِ گرامی
تا شامِ ابد جن کی رسالت ہے دوامی
جبریلؑ امیں آئیں جہاں بہرِ سلامی
محبوبِ خدا ، تاجورِ کون و مکاں ہیں
قدرت کے خزانے کا وہ اک سرِّ نہاں ہیں



اللہ سے بچھڑے ہوئے بندوں کو ملایا
ظلمات میں انوار کا اک سیل بہایا
سوتے ہوئے انسان کو غفلت سے جگایا
خورشیدِ ہدایت ہیں وہ، مہتابِ کرم ہیں
اعجاز ہی اعجاز وہ سرتا بہ قدم ہیں



وہ خون کے پیاسوں کو اماں بخشنے والا
دنیا کو سکونِ دل و جاں بخشنے والا
گونگوں کو بھی اعجازِ بیاں بخشنے ولا
اندھوں کو ملی چشمِ بصیرت اسی در سے
ملتی ہے کلیدِ درِ جنّت اسی در سے



اُس رُخ سے مہ و مہر ضیا مانگ رہے ہیں
انجمُ بھی غبارِ کفِ پا مانگ رہے ہیں
سب ان کے وسیلے سے دُعا مانگ رہے ہیں
لاریب سجی بزمِ جہاں آپ کی خاطر
تخلیق ہوئے کون ومکاں آپ کی خاطر



سُلطاں ہیں مگر گھر میں نہ چاندی ہے نہ سونا
چھپّر ہے کھجوروں کا، چٹائی کا بچھونا
ہاں پھر بھی جھٹک دیں وہ اگر کملی کا کونا

بھر جائے یہ دامانِ زمیں لعل و گُہر سے
تقدیریں بدل جاتی ہیں آقاؐ کی نظر سے



عِرفان کی پھوٹی وہ کرن غارِ حرا سے
ہلچل ہوئی پیغمبرِ اُمیؐ کی صدا سے
نا آشنا بندے ہوئے آگاہ خدا سے

توحید کا پھیلا وہ زمانے میں اُجالا
اصنام پرستی کو ملا دیش نکالا



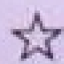
پسپا ہوئے کُفّار دعاؤں کے اثر سے
ٹکڑے ہوئی تلوار دعاؤں کے اثر سے
روکا گیا ہر وار دعاؤں کے اثر سے

اِکراہ و تشدُّد سے نہ وہ جبر سے پھیلا
اسلام زمانے میں فقط صبر سے پھیلا



اُن کی نگہِ ناز کا اللہ رے اشارہ
مہتابِ جہاں تاب ہوا پھٹ کے دوپارہ
انگلی سے رواں اُن کی ہوا پانی کا دھارا

کیا کیا نہیں کی معجزہ آرائی نبیؐ نے
پتّھر کو بھی دی قوّتِ گویائی نبیؐ نے



اسراء کا سفر اوجِ کمالِ شہِ ابرارؐ
روشن ہے تصوّر بہ خیالِ شہِ ابرارؐ
اللہ غنی ، حسن و جمالِ شہِ ابرارؐ
ہر اک بُنِ مو، جلوہ بداماں نظر آیا
آئینہ بھی اس حسن سے حیراں نظر آیا



صدیقؓ دل و جاں سے ہیں قربانِ محمدؐ
فاروقؓ ہیں وابستۂ دامانِ محمدؐ
عثمانِ غنیؓ تابعِ فرمانِ محمدؐ
میدانِ وفا میں اسداللہ علیؓ ہیں
حسنینؓ بھی اسلام کا اک نقشِ جلی ہیں



یہ جشنِ ولادت، یہ سجاوٹ یہ چراغاں
یہ نغمہ سرائی ، یہ ثنا خوانِ خوش الحاں
سرمستِ مئے عشق ہے ہر ایک مسلماں
یہ کون کہے جوشِ محبت نہیں دل میں
سب ہیچ ہے گر جذبۂ طاعت نہیں دل میں



بیگانۂ آدابِ اطاعت ہوئے ہم کیوں
اٹھتے نہیں مسجد کی طرف اپنے قدم کیوں
اکڑی ہوئی یہ گردنیں ہوتی نہیں خم کیوں
جب تک رہِ سنّت پہ یہ اُمّت نہیں ہوگی
نازل کبھی اللہ کی رحمت نہیں ہوگی



دل ٹوٹ کے طیبہ کی راہوں میں بکھر جائے

اُلفت شہِ بطحاؐ کی گر دل میں اُتر جائے
دنیا بھی سنور جائے، عقبیٰ بھی سنور جائے

اِس عمرِ دوروزہ میں اک کام تو کر جائے
دل ٹوٹ کے طیبہ کی راہوں میں بکھر جائے

اعجازِ محبت کا اتنا تو اثر دیکھوں
ان کا ہی نظارہ ہو جس سمت نظر جائے

شبنم جو پڑے کشتِ دل پر تری رحمت کی
پھولوں کا تو کیا کہنا، کانٹا بھی نکھر جائے

یوں گنبدِ خضرا سے سرسبز تصوّر ہو
ہنس ہنس کے ترا عاشق شعلوں سے گذر جائے

مونس ہو غریبوں کے، داتا ہو فقیروں کے
اُٹھ جائے جو اس در سے دیوانہ کدھر جائے

تلخی ہو کہ تُرشی ہو حالاتِ زمانہ کی
مشکل ہے خمار ان کی اُلفت کا اُتر جائے

اُس حُسنِ مجسّم کا وہ عشق ملے یارب
جو روح میں بس جائے جو دل میں اُتر جائے

کیا مرقدِ انور میں تڑپے گا نہ دل اُن کا
بربادیٔ اُمّت کی ان تک جو خبر جائے

اشعؔر اگر اپنا لیں تعلیمِ رسالت کو
کردار چمک اٹھّے، اخلاق نکھر جائے



آپؐ کا نام

سب سے پہلے ماں نے سکھایا آپ کا کلمہ آپؐ کا نام
لوحِ دل سے محو ہو کیسے اے مرے آقا آپؐ کا نام

بعدِ خدا ہے سب ناموں میں برتر و بالا آپؐ کا نام
تا بہ ابد دنیا میں رہے گا آپؐ کا چرچا آپؐ کا نام

جاں کی طہارت، روح کی راحت، پیارا پیارا آپؐ کا نام
خلدِ سماعت، لب کی سعادت، دل کا اُجالا آپؐ کا نام

بیشک دادا جان نے لے کر گود میں رکھا آپؐ کا نام
یہ تو سوچو ان کے دل میں کس نے ڈالا آپؐ کا نام

آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک جتنے نبی مبعوث ہوئے
اپنے عہد میں، اپنی زباں سے سب نے پُکارا آپؐ کا نام

آپؐ کے ذکر سے کب خالی ہے، بزمِ جہاں کی کوئی گھڑی
کُرّہٗ ارض پہ گونج رہا ہے لمحہ بہ لمحہ آپؐ کا نام

لاکھ معاند گرد اُڑائیں، آپؐ کی شانِ اقدس پر
اس کی چمک کچھ اور بڑھے گی ہوگا نہ دُھندلا آپؐ کا نام

نامِ مبارک کی شیرینی کی یہ شہادت کافی ہے
دونوں ہونٹ چپک جائیں گے جب کوئی لے گا آپؐ کا نام



سب سے بڑی نعمت

نور کی ساعت ، سُبحان اللہ　　صبحِ ولادت ، سُبحان اللہ
لاتے ہیں تشریف جہاں میں　　فخرِ رسالت ، سُبحان اللہ
بکھرا ہوا ہے ارض و سما میں　　نورِ سعادت ، سُبحان اللہ
خشک زمیں پر رم جھم رم جھم　　بارشِ رحمت ، سُبحان اللہ

روشن روشن ، رنگیں رنگیں
محفلِ فطرت ، سبحان اللہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



خُلد سے آئیں ٹھنڈی ہوائیں　　نور سے ہیں معمور فضائیں
حور و ملک سب جاگ رہے ہیں　　آؤ کہ ہم بھی جشن منائیں
سب سے بڑی نعمت اُتری ہے　　شُکرِ خدا کے نغمے گائیں
فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک　　گونجیں صَلِّ علیٰ کی صدائیں

شکلِ بشر میں جلوہ نما ہے
رب کی رحمت ، سبحان اللہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



سرورِ عالمؐ کی آمد ہے ہادیِ اعظمؐ کی آمد ہے
اور بھی چمکو چاند ستارو نورِ مجسّمؐ کی آمد ہے
پوری ہوئی عیسیٰؑ کی بشارت نازشِ آدمؑ کی آمد ہے
وہ جو نہ ہوتے، کچھ بھی نہ ہوتا ذاتِ مکرّمؐ کی آمد ہے

خیرِ خلائق ، رحمتِ یزداں
مظہرِ قدرت ، سبحان اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



آتے ہیں کونین کے والی روپ انوکھا، ذات نرالی
شاہ و گدا ہیں حاضر خدمت سب ہیں ان کے در کے سوالی
دُرِّ یتیمِ آمنہ بی بی آن جلالی، شان جمالی
ان پہ نچھاور سارے خزانے دوش پہ ہے بس کملی کالی

روکھی،سوکھی کھا کر سب کو
بانٹیں دولت ، سبحان اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



اُن کا تکلّم، شرحِ قرآں اُن کی خموشی، مکتبِ عرفاں
اُن کا تفکّر، نورِ ہدایت اُن کا تبسّم، صبحِ بہاراں
غارِ حرا سے عرشِ عُلیٰ تک اُن کے لیے خَلوت گہِ یزداں
شاہوں کو خط بھیج رہے ہیں کچّا حُجرہ جن کا ایواں

اُن کے سر پہ زیب نہ دے کیوں
تاجِ رسالت ، سبحان اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



اُن کی عطائیں دامن دامن اُن کی ثنائیں مسکن مسکن
اُن کی سخاوت دریا دریا اُن کی لطافت گلشن گلشن
اُن کے چرچے قریہ قریہ اُن کا ثنا خواں دشمن دشمن
اُن کی محبّت سینہ سینہ اُن کا عکس ہے درپن درپن

کون ہے وہ جو دل سے نہ مانے
اُن کی عظمت ، سُبحان اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



سوتی ہوئی دنیا کو جگایا انساں کو انسان بنایا
مجبوروں کو مختاری دی محنت کا اعزاز بڑھایا
لاچاروں کے آنسو پونچھے غربت کو سینے سے لگایا
دولت والے ہوں کہ بھکاری ایک ہی ٹاٹ پہ سب کو بٹھایا

شاہ و گدا دونوں کو پڑھایا
درسِ اخوّت ، سبحان اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



اللہ اللہ ان کے اشارے تابعِ فرماں چاند ستارے
رخ کا صدقہ پھول اتاریں ماہِ کامل روپ نہارے
انگلی کا اعجاز تو دیکھو بہہ نکلے پانی کے دھارے
خشک شجر سے کونپل پھوٹی کنکر بھی مٹھی میں پکارے

اپنی زباں سے ہر شے نے دی
ان کی شہادت ، سبحان اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



فتحِ مُبیں ہے ہجرت اُن کی ‏ ‏ فوجِ ملائک نصرت اُن کی
اُن کی رضا میں رب کی رضا ہے ‏ ‏ شرطِ ایماں الفت اُن کی
صبحِ ازل سے شامِ ابد تک ‏ ‏ جاری جوئے رسالت اُن کی
خُم کدۂ کوثر کے ہیں ساقی ‏ ‏ طوبیٰ ان کا، جنّت اُن کی
پشت پہ اُن کی رب نے لگائی
مُہرِ نبوّت ، سبحان اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



سجدے میں ہیں رب کے پیارے ‏ ‏ پلکوں سے گرتے ہیں ستارے
اُن کو اپنی فکر نہیں ہے ‏ ‏ روتے ہیں وہ غم میں ہمارے
اُمت کی بخشش کی دعائیں ‏ ‏ رب کے آگے ہاتھ پسارے
ایسا قیام اور ایسی قراءت ‏ ‏ اک رکعت میں پانچ سپارے
پائے مبارک سوج گئے ہیں
شوقِ عبادت ، سبحان اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



یہ کیسا طائف کا سفر ہے ‏ ‏ سب کے ہاتھوں میں پتھر ہے
اک پردیسی سب کا نشانہ ‏ ‏ جسمِ مبارک خون سے تر ہے
پیچھے کُتّے بھونک رہے ہیں ‏ ‏ زخمی سینہ زخمی سر ہے
پھر بھی صدائے اِھدِ قومیؑ ‏ ‏ رحمتِ عالمؐ کے لب پر ہے
کس کو ملی تاریخِ بشر میں
ایسی عزیمت ، سبحان اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



دینِ نبیؐ پر جبر کی تہمت؟ اندھے ہیں یہ عقل کے رہزن
دین کہاں تلوار سے پھیلا عفو و کرم سے ہارے دُشمن
تیغ محبت ایسی چلی ہے موم ہوئے دل، جھک گئی گردن
ڈھل گئی ساری گردِ کدورت لا تثریب کا برسا ساون

دینِ محمدؐ امن کا دیں ہے
دینِ محبت ، سبحان اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



اُن کے صحابہؓ حق کے سپاہی راہِ وفا کے سچے راہی
قیصر و کسریٰ کانپ رہے ہیں نعرۂ حق ، باطل کی تباہی
کُرتے میں پیوند لگے ہیں قدموں میں ہے سطوتِ شاہی
جسم نچھاور ، جان نچھاور دیتے ہیں یوں حق کی گواہی

رَضِیَ اللہ تعالےٰ عنہم !
اُن کی فضیلت ، سُبحان اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



دیکھو یہ ہیں صدّیقِ مکرمؓ سرورِ دیں کے مونس و ہمدم
اب بھی ہے طاری کفر کے دل پر دبدبۂ فاروقِ معظمؓ
عہدِ غنیؓ میں لہرایا ہے روم و عجم پر دین کا پرچم
بدر و احد میں کفر نے دیکھی تیغِ علیؓ کی ضربتِ پیہم

مرتبۂ حسنینؓ نہ پوچھو
غنچۂ جنت ، سبحان اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



عشقِ نبیؐ کے دعوے دارو راہِ وفا آسان نہیں ہے
جشنِ چراغاں نغمہ سرائی ایماں کی پہچان نہیں ہے
ایماں تو ہے دل میں لیکن ایمانوں میں جان نہیں ہے
فَا تَّبِعُوْنِیْ پڑھ کر سمجھو کیا گھر میں قرآن نہیں ہے؟
عشق اگر ہے لازم جانو
ان کی اطاعت ، سبحان اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



راحتِ جاں ہے نام نبیؐ کا ذِکر ہو صبح وشام نبیؐ کا
ان سے ملی قرآن کی دولت سُنّت ہے انعام نبیؐ کا
اپنے لیے ہے اُسوۂ کامل اے اشعرؔ ہر کام نبیؐ کا
خود بھی چلو فرمان پہ اُن کے سب کو دو پیغام نبیؐ کا
مضبوطی سے تھامے رکھو
دامنِ رحمت، سبحان اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ



لگا گئے مُہرِ دینِ حق کی جبینِ ایّام پر محمدؐ

یقیں کا شب خوں نہ مارتے کیوں فصیلِ اوہام پر محمدؐ
ازل سے مامور ہو چکے تھے فقط اِسی کام پر محمدؐ

وہ ہر زمانے کے رہنما ہیں، وہ سارے عالم کے پیشوا ہیں
لگا گئے مُہر دینِ حق کی، جبینِ ایّام پر محمدؐ

خدا نے قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِیْ کا امر فرما دیا تھا اُن کو
خدا کے بندوں کو کیوں نہ لے آتے راہِ اسلام پر محمدؐ

اُنھیں یقیں تھا کہ حق کو اک دن ضرور فتحِ مُبیں ملے گی
دُکھوں کو ترجیح کیوں نہ دیتے سکون و آرام پر محمدؐ

وہ جان پر اپنی کھیل کر بھی، سبھی مصائب کو جھیل کر بھی
ڈٹے رہے صبر و ضبط کے ساتھ راہِ اسلام پر محمدؐ

جو راہ پر اُن کی گامزن ہیں، انھیں کو کوثر نصیب ہو گا
یہ اُن کے مستوں کا میکدہ ہے لکھا ہے ہر جام پر محمدؐ

ہوں اُن پہ صدقے ہزار جانیں، ہم ان کا احسان کیوں نہ مانیں
چلے بھی ، چلنا سکھا گئے بھی، خدا کے احکام پر محمدؐ

مرے خدا! عشقِ معتبر دے ، سنہرے حرفوں میں نقش کر دے
مری ہر اک صبح پر محمدؐ، مری ہر اک شام پر محمدؐ

جدھر جدھر سے گذر گئے ہیں، دلوں کے جوہر نکھر گئے ہیں
چراغ روشن جو کر گئے ہیں کبھی ہر اک گام پر محمدؐ



دُرِّ یتیمؐ

جبینِ مہتاب ضو فگن ہے | سجی ستاروں کی انجمن ہے
ہر ایک سُو پھوٹتی کرن ہے | ہر اک کرن تیرگی شکن ہے
فلک سے انوار کی ہے بارش | نگارِ شب نور پیرہن ہے
کلی کے ہونٹوں پہ ہے تبسّم | گلوں سے پُر دامنِ چمن ہے
ہے کیا سبب جو زمیں کی پستی | فلک کی رفعت، پہ خندہ زن ہے
نہ جانے ہے کون آنے والا | کہ روحِ انسانیت مگن ہے
چمک رہا ہے حریمِ کعبہ | زمینِ مکہ بنی دولھن ہے

طیور شاخوں پہ گا رہے ہیں
حضورؐ تشریف لا رہے ہیں

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائمًا اَبَدًا | عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ



مِلی دلِ آمنہ کو راحت   چمک اُٹھی بیوگی کی قسمت
یہ اشکِ غم ہیں کہ اشکِ بہجت   یہ فیصلہ کر سکی نہ شفقت
وہ گوہرِ شب چراغ آیا   کہ چھٹ گئی یاس و غم کی ظُلمت
بھرا ہے حوروں سے سارا آنگن   لبوں پہ ہیں نغمہ ہائے عشرت
ثُویبہ آزاد کیوں نہ ہوتی   ابو لہب کو بھی ہے مسّرت
دیا مُحمّدؐ سا نام پیارا   جو بوڑھے دادا نے دیکھی صورت
اُٹھا کے آغوش میں یہ بولے   مرے گھر آئی خدا کی رحمت

عظیم تیرا کرم ہے مجھ پر
مرے خدائے بزرگ و برتر

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰی حَبِیبِكَ خَیرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمْ



رؤف آیا ، رحیم آیا کریم آیا ، حلیم آیا
خدا کا لطفِ عمیم آیا رسولِ ربِّ عظیم آیا
دعائے نوحؑ و خلیلؑ و عیسیٰؑ نویدِ خضر و کلیمؑ آیا
جبینِ آدمؑ میں جو نہاں تھا وہی یہ نورِ قدیم آیا
حلیمہ پھولی نہیں سماتی کہ گھر میں دُرِّ یتیم آیا
وہ طٰہٰ ، یٰسین اور مزمّل مرادِ طٰسٓمٓ آیا
وہ ساقیِ بزمِ حوضِ کوثر وہ جنّتوں کا قسیم آیا

وہ نیکیوں کی بہار آئی
بشر کی تقدیر مسکرائی

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰی حَبِیبِكَ خَیرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمْ



وہ حُسن بھی ، نور بھی ، ضیا بھی　　وہ لُطف بھی، فیض بھی ، عطا بھی
نبی بھی، محبوبِ کبریا بھی　　وہ سَرورِ جُملہ انبیا بھی
انھیں سے ہر شے کی اِبتدا بھی　　انھیں پہ ہر شے کی انتہا بھی
وہ پاک اصلاب کا مسافر　　مقیم ارحامِ طاہرہ بھی
وہ مشعلِ محفلِ حرم بھی　　چراغِ تاریکیٔ حرا بھی
نویدِ لب ہائے ابنِ مریمؑ　　وہ بانیٔ کعبہ کی دُعا بھی
لقب ہیں کیا اُن کے پیارے پیارے　　وہ مصطفٰے بھی وہ مجتبےٰ بھی

انھیں کو روحِ حیات کہیے
خُلاصۂ کائنات کہیے

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　　عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمُ



بشر کی قسمت جگانے والا　　خدا کا رستہ دکھانے والا
عطا کے موتی لُٹانے والا　　کرم کے دریا بہانے والا
لیے کتابِ ہُدیٰ کی مشعل　　اندھیروں کو جگمگانے والا
بندھائے غمگیں دلوں کو ڈھارس　　وہ روتوں کو بھی ہنسانے والا
صدا لگائے جو در پہ سائل　　تو رہ کے بھوکا کھلانے والا
خوشا مقدر کہ آج آیا　　وہ رحمتوں کے خزانے والا
اسی کی لے کر بشارت آیا　　خدا کے گھر سے ہر آنے والا

وہ رحمتوں کا پیام لایا
نویدِ امن و سلام لایا

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　　عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمُ



وہ رب کا محبوبِ دلنشیں ہے | خدا سے بے انتہا قریں ہے
ہے حُسنِ یوسف بھی اس پہ شیدا | وہ غنچہ لب ہے، قمر جبیں ہے
جہانِ ہستی بغور دیکھا | کوئی بھی ایسا حسیں نہیں ہے
اسی کی الفت ہے شرطِ ایماں | اسی کی طاعت بِنائے دیں ہے
یہ اُس کے دشمن بھی مانتے ہیں | وہ صادق الوعد ہے، امیں ہے
جو اُس کی طاعت سے منحرف ہو | وہ کچھ ہو مومن مگر نہیں ہے
اُسی سے افلاک پر اُجالا | اسی سے پُر نور یہ زمیں ہے

جو لب پہ وہ پاک نام آیا
سعادتوں کا سلام آیا

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمُ دَائمًا اَبَدًا | عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمٖ



وہ ذاتِ باری کے ترجماں ہیں | خدا و بندوں کے درمیاں ہیں
خدائی ہے جسم اور وہ جاں ہیں | وہ بیکراں ہیں وہ جاوداں ہیں
جو وہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا | وہ معنیٔ رازِ کن فکاں ہیں
ہیں کُنتُ کنزًا کا رازِ مخفی | وہی عیاں ہیں وہی نہاں ہیں
زمیں نے پائی ہے ان سے رفعت | وہ نازشِ ہفت آسماں ہیں
بُلا کے ملتا ہے ربِّ اکبر | وہ عرشِ اعظم کے میہماں ہیں
بُراق و رفرف کی ہے سواری | ابھی یہاں ہیں، ابھی وہاں ہیں

یہ قُرب و کیفیّتِ حضوری!
خدا سے بس دو کماں کی دوری

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمُ دَائمًا اَبَدًا | عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمٖ



وہ سب کا غم خوار رب کا پیارا مشیّتِ حق کا وہ دُلارا
گواہ قرآں کا پارہ پارہ کہ وہ ہیں رحمت کا اِستعارہ
وہ نرم لہجہ، کلام شیریں کہ موم ہو جائے سنگِ خارا
وہ عفو و بخشش کا ہیں سمندر نہیں ہے جس کا کوئی کنارا
جوخوں کے پیاسوں کوبھی دعادے بہائے لطف و کرم کا دھارا
یتیم کو گود میں اُٹھا لے جو ناتوانوں کو دے سہارا
اگر چہ سُلطانِ بحر و بر ہو وہ نانِ جو پر کرے گذارا

نہ گھر میں چاندی ہواور نہ سونا
پُرانے کمبل کا ہو بچھونا

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمُ



ہیں جُملہ اصحاب یار اُن کے ندیم ہیں خاص چار اُن کے
ہیں ان میں صدّیقؓ سب سے اوّل وہی تو ہیں یارِ غار اُن کے
عمرؓ کی عظمت کا پوچھنا کیا رفیقِ عالی وقار اُن کے
نبیؐ نے دو نور جن کو بخشا غنی ہیں وہ جاں نثار اُن کے
ہیں فاطمہؓ اُن کے دل کا ٹکڑا علیؓ ہیں طاعت گذار اُن کے
حسنؓ ہیں باغِ نبیؐ کے غُنچے حسینؓ دل کا قرار اُن کے
ہمیں ملی اُن سے دیں کی دولت ہماری جانیں نثار اُن کے

نہ بھیجیں ہم کیوں سلام اُن پر
خدا کی رحمت مدام اُن پر

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمُ



خلوص دے ہم کو، اپنا ڈر دے　　رسولؐ کا عشقِ معتبر دے
ہے ہم پہ غفلت کی نیند طاری　　الٰہی ! بیدار ہم کو کردے
گذار دیں سو کے کتنی صدیاں　　اب اس شبِ تار کو سحر دے
دلوں کی تاریکیاں مٹا کر　　ہمارے سینوں میں نور بھر دے
جو رو بہ رو دیکھے تیرے جلوے　　ہماری آنکھوں کو وہ نظر دے
یقیں سے ہیں کھوکھلے یہ نعرے　　ہماری تکبیروں میں اثر دے
وہ پاؤں جو تیری سمت دوڑیں　　جو تیرے آگے جھکیں وہ سر دے

یہی ہے یارب دعائے اشعرؔ
قبول ہو التجائے اشعرؔ

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　　عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ



کونین میں اُن کا کہیں ہمسر نہیں دیکھا

انسان تو کیا ایسا پیمبر نہیں دیکھا
کونین میں ان کا کہیں ہمسر نہیں دیکھا

اونچا تو کوئی کیا ہو ملائک میں بشر میں
اس قد کے ، کسی قد کو برابر نہیں دیکھا

ہے بزمِ تصوّر میں ضیا بار وہ ہستی
آنکھوں نے جمالِ رُخِ انور نہیں دیکھا

صدّیقؓ سا جی دار کہ جو کردے ہر اک شَے
محبوب کے قدموں پہ نچھاور نہیں دیکھا

منصف تو بہت کرسیٔ انصاف پہ بیٹھے
عادل کوئی فاروقؓ سے بڑھ کر نہیں دیکھا

کیا غیرتِ احساس تھی عثمان غنیؓ میں
بے ستر فرشتوں نے وہ پیکر نہیں دیکھا

اصحابِ نبیؐ میں سبھی جُرأت کے دھنی تھے
حیدرؓ سا مگر کوئی دِلاور نہیں دیکھا

شیطان پہ طاری رہی ہیبت وہ عمرؓ کی
گھبرا کے جو بھاگا تو پلٹ کر نہیں دیکھا

اِک بار بہار آئی جو گلزارِ جہاں میں
پھر دیدۂ انجم نے وہ منظر نہیں دیکھا

جس بزم میں ذکرِ شہِ ابرار ہو اشعؔر
اس میں کبھی خوابیدہ مقدّر نہیں دیکھا



مہتاب ہے خورشید کے پرتو سے مُنوّر
دھرتی کو تری کالی گھٹاؤں سے ملی ہے

یہ روشنیٔ علم و یقیں ، دولتِ تہذیب
دنیا کو محمدؐ کے گداؤں سے ملی ہے



میری منزل آپ ہی کا نقشِ پا ہے یا رسولؐ

آپ کی چاہت سے یہ رُتبہ ملا ہے یا رسولؐ
میرا دل اب دل نہیں، غارِ حرا ہے یا رسولؐ

آپ سے وابستگی کا یہ صِلہ ہے یا رسولؐ
آپ کا جو ہو گیا اس کا خدا ہے یا رسولؐ

اس میں کتنا لُطف ہے، کیسا مزا ہے یا رسولؐ
آپ کا دردِ محبت لادوا ہے یا رسولؐ

گرچہ دنیا مائلِ جور و جفا ہے یا رسولؐ
آپ کی رحمت کا ہم کو آسرا ہے یا رسولؐ

آپ نے فاراں کی چوٹی سے سُنایا تھا جسے
اب بھی وہ نغمہ دلوں میں گونجتا ہے یا رسولؐ

آپ ہی کی پاک سیرت شمعِ راہِ زیست ہے
میری منزل آپ ہی کا نقشِ پا ہے یا رسولؐ

آنچ ناموسِ رسالت پر نہ آنے دیں گے ہم
جان جائے یا رہے، یہ فیصلہ ہے یا رسولؐ

اشعرِ ناکارہ پر بھی اک نگاہِ اِلتفات
کچھ بھی ہو وہ آپ کے در کا گدا ہے یا رسولؐ



ظہورِ سیّد المرسلینؐ

ازل سے رکھا جسے مشیّت نے سو حجابات میں چھپا کر
وہ نور آخر ہوا ہُویدا زمینِ بطحا کو جگمگا کر

شبِ ولادت کی صبحِ رنگیں عجب گھڑی تھی عجب سماں تھا
حسینۂ صبح جیسے آئی ہو جوئے تسنیم میں نہا کر

مہِ دو ہفتہ کی نقرئی چاندنی فضا میں بکھر رہی ہے
دولھن بنی ہے نگارِ شب اپنی مانگ میں کہکشاں سجا کر

نسیم نے نکہتیں بکھیریں، کلی کا شبنم نے منھ دُھلایا
جگایا موجِ صبا نے پھولوں کو ان کے شانے ہلا ہلا کر

چمن نے جشنِ طرب منایا، مچل کے پتّوں نے دُف بجایا
طیوُر نغمہ سرا ہیں شاخوں پہ نغمۂ حمد گُنگُنا کر

بہار ہے، وجد میں صبا ہے، چمن میں بُلبل غزل سرا ہے
نگاہ و دل کو لُبھا رہے ہیں شگوفے مستی میں لہلہا کر

تھے منتظر مہر و ماہ و انجم، زمیں کے دل میں بھی تھا یہ ارماں
فلک تھا مُشتاق اِس گھڑی کا ازل سے چکّر چلا چلا کر

یہ کس کی آمد کا رَت جگا ہے کہ ایک جشنِ طرب بپا ہے
یہ کس کے دیدار کے ہیں شائق ستارے مہتابیاں جلا کر

ہجوم حور و ملک سے آج آمنہ کا آنگن بھرا ہوا ہے
ترانے لوری کے گا رہے ہیں وہ شادیانے بجا بجا کر

فرازِ فاراں سے جب رسالت کا آفتابِ مُنیر چمکا
تو ظلمتیں کُفر و شرک کی بھاگنے لگیں مُنھ چُھپا چُھپا کر

ہے گود میں طفلِ نور پیکر، ہے چہرہ صدر شکِ ماہِ انور
بلائیں لیتی ہیں حوریں دُرِّ یتیم کو آنکھ سے لگا کر



خدا کی رحمت کے صدقے جائیں ہم ایسا افضل رسول پا کر
کہ جس نے نوعِ بشر کو بخشیں بلندیاں خاک سے اٹھا کر

یہی تو وہ آخری نبیؐ ہیں جو سب رسولوں کی آرزو تھے
بشارت ان کی سنا رہے تھے سبھی صدائیں لگا لگا کر

یہی تو محبوبِ کبریا ہیں، یہی تو سلطانِ انبیا ہیں
یہی تو آئے ہیں خاتمیت کا سر پہ تاجِ شرف سجا کر

یہی تو وہ ہیں کہ نور سے ان کے سارا عالم ہوا ہے پیدا
پھر ان کی الفت کو کیوں نہ رکھیں بھلا کلیجے سے ہم لگا کر

یہ شانِ محبوبیت تو دیکھو کہ جبرئیلِ امیں کو بھیجا
خدا نے کی اُن کی میزبانی زمین سے عرش پر بلا کر

ملا وہ خُلقِ عظیم اُن کو، کہیں رسولِ کریمؐ ان کو
عداوتوں کے نشاں مٹائے کرم کے دریا بہا بہا کر

جو زخم کے بدلے دیں دعائیں، عدو کو بھی بخش دیں قبائیں
جو خوں کے پیاسوں پہ پا کے قابو معاف کر دیں گلے لگا کر

قطار باندھے کھڑے تھے تیرہ برس تلک ظلم ڈھانے والے
سب آ گئے آخر اُن کے دامانِ عفو و رحمت میں سر جھکا کر

جو سر قلم کرنے گھر سے نکلا وہ اُن کے قدموں پہ سرنگوں تھا
نبیؐ نے ڈالی نگاہِ رحمت عمرؓ پہ جس وقت مسکرا کر

ہے جن کی طینت میں ہی خرابی وہ گرد اُن پر اُڑا رہے ہیں
وگرنہ مانی ہے اُن کی عظمت بڑے بڑوں نے بھی سر جھکا کر

نبیؐ کی سیرت پہ گر چلو گے غموں سے حاصل نجات ہو گی
جو دِل ہی میں روشنی نہ ہو گی، ملے گا کیا قُمقمے جلا کر

یہ سوچو اشعرؔ! ہم اپنے آقا کا کتنا فرمان مانتے ہیں
ہماری بخشش کی مانگتے تھے دُعا جو آنسو بہا بہا کر



نعت

کب تک سُدھ لیں گے نہ ہماری، کب تک ہم سے نہ بولیں گے
اک دن اُن کے آگے چل کر درد کی گٹھری کھولیں گے

راہِ مدینہ تو نے تو دیکھی ہوگی اے بادِ صبا
تو آگے آگے چلنا، ہم پیچھے پیچھے ہو لیں گے

سُنتے ہیں بزمِ ناز میں ان کی، قہر ہے دل کی دھڑکن بھی
قسمت سے پہونچے بھی وہاں تو ہم کیسے لب کھولیں گے

وہ غمِ جاں ہو یا غمِ دوراں، ہے غمِ جاناں سب کا علاج
ہم دُنیا کے سارے غموں کو اُن کے غم میں سمو لیں گے

نورِ ہدایت، دانش و حکمت، عزم و عمل، عرفانِ حیات
اور کوئی کیا دے گا ہم کو، اُن سے لیں گے جو لیں گے

اُن کا قرآں اپنی کسوٹی، اُن کا عمل میزانِ حیات
اپنی ہستی اس پہ کسیں گے، خود کو اس پر تولیں گے

جھوٹ کا ہم لیں گے نہ سہارا، ان کی ہے تعلیم یہی
جو بھی مول لگائے دنیا، سچ کے ہی موتی رولیں گے

یوں نہ اتاریں گے دل میں اس پیکرِ نور کا عکسِ جمیل
اشکِ وفا سے پہلے دل کے آئینے کو دھولیں گے

تاروں نے پلکیں جھپکائیں، چاند نے باندھا رختِ سفر
دردِ فراق نے مہلت دی تو ہم بھی دم بھر سولیں گے



اک سفر دیارِ عشق

مِن مذہبی حُبّ الدّیار لاھلِھا
و لِلنّاسِ فیما یعشقوُن مذاھب

(عشق کے بارے میں لوگوں کے الگ الگ مسلک ہیں
اور میرا مسلک یہ ہے کہ گھروں سے اس میں آباد افراد کی نسبت سے محبت کی جائے)



اوج پر تھا جنونِ شوق، جوش پر تھی بہارِ عشق
سوئے حجاز لے اڑا، جذبۂ بے قرارِ عشق
مل گئی بارگاہِ حسن، دیکھ لیا دیارِ عشق
عزم کی ایک جست میں فاصلے سب سمٹ گئے
آڑے نہ آئے بحر و بر، دشت و جبال ہٹ گئے



جدّہ کی سرزمین پر حاجی کے جب پڑے قدم
دل نے کہا ز ہے نصیب، آ گئے کس زمیں پہ ہم
منزلِ شوق ہے قریب، دور نہیں رہا حرم
لب پہ خدا کی حمد تھی، یادِ نبیؐ تھی ہم عناں
راہِ حرم پہ چل پڑے اہلِ وفا کے کارواں



دور سے جب نگاہِ شوق گنبدِ سبز پر گئی
سینے میں دل دھڑک اٹھا، آنکھ خوشی سے بھر گئی
ہر رگ و پے میں جسم کی، برق کی رَو اُتر گئی
اے دلِ زار باادب! کوچۂ یار آگیا
خواب گہِ حبیب کا دیکھ دیار آ گیا



قدموں سے کیا چلیں یہاں، آنکھوں سے راہ طے کریں
جان ہو یا دل و جگر، نذر ہر ایک شے کریں
سر نہ جھکا سکیں اگر، وجد ہی پے بہ پے کریں
ہائے یہ مسجدِ نبیؐ، ہائے یہ مرقدِ رسولؐ
رب کی تجلیات کا کیوں نہ ہو روز و شب نزول



جب بھی زبانِ شوق پر نامِ حضورؐ آ گیا
روح کو مل گیا سکوں، دل کو سُرور آ گیا
اُن کے نیاز مند کو خود پہ غرور آ گیا
پہونچے درِ حبیبؐ پر، منزلِ شوق مل گئی
گنبدِ سبز دیکھ کر دل کی کلی بھی کھل گئی



پیشِ نظر ہیں آج یہ کس کی سنہری جالیاں
جو ہیں شفیعِ مذنبیں، جو ہیں انیسِ بیکساں
پلکوں پہ گوہرِ نیاز، موجِ درد بر زباں
ان کی حریم ناز میں، ان کے غلام آ گئے
کاشی سے چل کے طیبہ تک بہرِ سلام آ گئے



عرشِ بریں کا عکس ہے سجدہ گہِ خلیلؑ پر
سارے جہاں کی قبلہ گاہ، رب کا یہ اوّلین گھر
مکّہ کی خاکِ پاک پر نورِ خدا ہے جلوہ گر
لکھّی ہے اس کی خاک پر دینِ ہدیٰ کی داستاں
صبر و رضا کی سرگذشت، عشق و وفا کی داستاں



اُٹھنے نہ پائی بام تک، دیدۂ نم ٹھٹھک گئی
فرطِ جلال و رعب سے، موجِ نفس اٹک گئی
جسم لرز لرز اُٹھا، آنکھ چھلک چھلک گئی
سامنے جب وہ خانۂ ربِّ غفور آ گیا
گویا کلیمؑ کا قدم بر سرِ طور آ گیا



تو رحمتِ خدا کہ ترا نام مصطفےٰ[1]

تو نور، تو ضیا، کہ ترا نام مصطفےٰ ‏ ‏ تو فضل، تو عطا، کہ ترا نام مصطفےٰ

تو صِدق، تو صفا، کہ ترا نام مصطفےٰ ‏ ‏ محبوبِ کبریا کہ ترا نام مصطفےٰ

تو فخرِ دوسرا کہ ترا نام مصطفےٰ

تو رحمتِ خدا کہ ترا نام مصطفےٰ



کیسی مچی ہے آج کی شب دو جہاں میں دھوم ‏ ‏ سوئے زمیں لگی ہے نگاہِ مہ و نجوم

مکّہ کی سرزمیں پہ ہے انوار کا ہجوم ‏ ‏ اللہ رے ترے قدمِ میمنت لزوم

کعبہ چمک اٹھا کہ ترا نام مصطفےٰ

تو رحمت خدا کہ ترا نام مصطفےٰ



لاریب تو ہے باعث تخلیقِ کائنات ‏ ‏ پرتَو سے تیرے نور کے روشن ہیں شش جہات

برپا ترے طفیل یہ ہنگامۂ حیات ‏ ‏ تو رہبرِ فلاح، تو خضرِ رہِ نجات

تو سب کا مدّعا کہ ترا نام مصطفےٰ

تو رحمتِ خدا کہ ترا نام مصطفےٰ



---

[1] اس مسدس کی زمین حضرت فضا ابن فیضی کی نعت سے ماخوذ ہے۔

قربان تجھ پہ کوثر و تسنیم و سلسبیل   نورِ جبینِ آدمؑ و سوزِ دلِ خلیلؑ
تیری گلی ہے منزلِ پروازِ جبرئیل   خلقت کا شاہکار ترا پیکر جمیل

دل کش ہر اک ادا کہ ترا نام مصطفےٰؐ

تو رحمتِ خدا کہ ترا نام مصطفےٰؐ



تبّت یدآ ابی لہبٍ تیرا تذکرہ   اسریٰ بعبدہٖ تیری رفتار کا پتہ
اوجِ کمال کی ورفعنا ہے انتہا   آنکھوں میں تیری سُرمۂ مازاغ وماطغیٰ

توشرحِ والضحیٰ کہ ترا نام مصطفےٰؐ

تو رحمتِ خدا کہ ترا نام مصطفےٰؐ



سُنتا تھا تو فضا سے پیامِ لبِ سروش   لبہائے پاک تھے کہ دکانِ گہر فروش
قرآن سُن کے اہلِ زباں ہو گئے خموش   اُمّت کے عاصیوں کے گناہوں کی پردہ پوش

تیری سیہ ردا کہ ترا نام مصطفےٰؐ

تو رحمتِ خدا کہ ترا نام مصطفےٰؐ



رحمت ترا شعار ہے، عفو کرم چلن   پتھر کو موم کردے ترا جادوئے سخن
میں ذرّۂ حقیر، تو خورشیدِ ضوفگن   میں معصیت کی دھوپ میں جُھلسا ہوا چمن

رحمت کی تو گھٹا کہ ترا نام مصطفےٰؐ

تو رحمتِ خدا کہ ترا نام مصطفےٰؐ



تھا باریابِ خلوتِ رب دو کمان سے　　باہر ہیں تیری عظمتیں حدِّ بیان سے
سُنتے تھے لوگ تیری مقدّس زبان سے　　پل بھر میں لوٹ آیا تو ہفت آسمان سے

اللہ کی صدا کہ ترا نام مصطفےٰ

تو رحمت خدا کہ ترا نام مصطفےٰ



ذرّے ہوئے زمین کے صدرشکِ آفتاب　　برپا کیا زمانے میں تو نے وہ انقلاب
بدر و احد میں کفر پہ نازل ہوا عذاب　　جو خار و خس تھے ان میں کھِلے لالہ و گلاب

جب تو نے کی دعا کہ ترا نام مصطفےٰ

تو رحمتِ خدا کہ ترانام مصطفےٰ



مجھ کو تری ہی شانِ کریمی پہ ناز ہے　　تو رحمتِ تمام ہے بیکس نواز ہے
اُمّت کی بیکسی کا تو ہی چارہ ساز ہے　　شاہا ! مرے غموں کا فسانہ دراز ہے

میں درد تو دوا کہ ترانام مصطفےٰ

تو رحمتِ خدا کہ ترانام مصطفےٰ



مجھ کو دبا سکے یہ زمانے میں دم نہیں　　وابستہ تجھ سے ہوں تو زمانے کا غم نہیں
سائل ہوں تیرے در کا یہ اعزاز کم نہیں　　ظلم و ستم کے سامنے سر اپنا خم نہیں

تو شاہ میں گدا کہ ترا نام مصطفےٰ

تو رحمتِ خدا کہ ترا نام مصطفےٰ



سبز گنبد کے مینار کی روشنی

جگمگاتی رہے گی سدا دہر میں ہر طرف میرے سرکارؐ کی روشنی
آپ کے خُلق و اطوار کی روشنی، آپ کے حُسنِ کردار کی روشنی

ایک دن آئے گا بجھ کے رہ جائے گی یہ ثوابت کی، سیار کی روشنی
جگمگاتی رہے گی مگر تا ابد اس وجودِ پُر انوار کی روشنی

میرے آقا بھی وہ میرے ہادی بھی وہ مجھ کو جو کچھ ملا ان کے در سے ملا
بند آنکھوں کے میرے حسیں خواب ہوں یا مری چشم بیدار کی روشنی

کچھ تو ہیں آپ کے قُرب کی چھاؤں میں ایک میں آبسا دور کے گاؤں میں
پھر بھی آتی ہے طیبہ سے کاشی تلک سبز گنبد کے مینار کی روشنی

سرد کسریٰ کے آتش کدے ہو گئے، قیصریت کے ایواں لرزنے لگے
روم و ایران پر عکس افگن ہوئی جب مدینہ کے دربار کی روشنی

کالعدم ظلمتوں کی گھٹائیں ہوئیں، نور ساماں دلوں کی فضائیں ہوئیں
جب جہاں میں اُجالے لٹاتی چلی، حق کی قندیلِ ضوبار کی روشنی

نیک اقدار جو بھی زمانے میں ہیں ، سب انھیں کے خزانے کی خیرات ہیں
امن و انصاف ، عدل و مساوات کی ، یہ اخوت یہ ایثار کی روشنی

سوئے طیبہ اگر میں روانہ ہوا ، ان کے در پر اگر میرا جانا ہوا
دیدہ و دل کے دامن میں بھر لاؤں گا ، دیکھنا کوئے دلدار کی روشنی

جانتا ہوں نوازش کے قابل نہیں ، ان کی الفت سے خالی مگر دل نہیں
کیا عجب قبر کی تیرگی کم کرے میرے نعتوں کے اشعار کی روشنی

زندگی جب ٹھکانہ بدلتی رہے ، روح جس وقت تن سے نکلتی رہے
اے خدا خلوتِ جاں میں جلتی رہے تیرے محبوب کے پیار کی روشنی



صدرِ انجمنِ کائنات

ہیں صدرِ انجمنِ کائنات میرے حضورؐ
ہیں رہنمائے سبیلِ نجات میرے حضورؐ
ازل سے جلوہ گرِشش جہات میرے حضورؐ
یہ مہر و ماہ یہ تارے یہ کہکشاں یہ شفق
انھیں کا سب میں اُجالا نہیں تو پھر کیا ہے



نبی تھے آپؐ زمین و زمان سے پہلے
بنا وہ نورِ ازل اس جہان سے پہلے
مکیں وجود میں آیا مکان سے پہلے
جو پہلے خلق ہوئی سب کے بعد میں آئی
وہ ذات نورِ سراپا نہیں تو پھر کیا ہے



ہر ایک قوم میں ہادی و رہنما آئے
انھیں کا مژدہ سنانے سب انبیا آئے
سب آچکے تو بصد شان مصطفےٰؐ آئے
ازل کے دن سے ہر اک قوم ہر زمانے میں
انھیں کی ذات کا چرچا نہیں تو پھر کیا ہے



یہ شام پرتوِ زلفِ حضورؐ ہے کہ نہیں
سحر میں اُن کے تبسّم کا نور ہے کہ نہیں
انھیں کے حُسن کا ہر سُو ظہور ہے کہ نہیں
یہ کائنات کی رونق یہ رنگ و رعنائی
رسول پاکؐ کا صدقہ نہیں تو پھر کیا ہے



وہ ایک نقشِ جلی ہیں کتابِ فطرت کا
وہ ایک رمز ہیں، اک راز ہیں مشیّت کا
ہیں ایک نقشِ حسین و جمیل قدرت کا
بنا کے آپ کو اک شاہکارِ حسن و جمال
وہ خود بھی محوِ تماشہ نہیں تو پھر کیا ہے



خدا کی ذات سے سب سے قریب ہیں کہ نہیں
مرے حضورؐ خدا کے حبیب ہیں کہ نہیں
یہ عظمتیں فقط ان کا نصیب ہیں کہ نہیں
رسول بھیجے گئے اَن گنت زمانے میں
وہ سب میں گوہرِ یکتا نہیں تو پھر کیا ہے



ہیں نازشِ دوجہاں، فخر انبیا ہیں حضورؐ
شفیعِ حشر ہیں، محبوبِ کبریا ہیں حضورؐ
گناہ گاروں کی بخشش کا آسرا ہیں حضورؐ
ازل سے لے کے ابد تک ہر ایک عالم میں
انھیں کا ہم کو سہارا نہیں تو پھر کیا ہے



امیں ہیں ایسے کہ سب اعتبار کرتے ہیں
وہ اپنی جان کے دُشمن سے پیار کرتے ہیں
عدو پہ تیغِ محبّت سے وار کرتے ہیں
عمرؓ کے ہاتھوں سے خود آپ گر گئی تلوار
یہ واقعہ بھی انوکھا نہیں تو پھر کیا ہے



یہ کائنات ہے اک جسم اس کی جاں ہیں حضورؐ
جو بے مثال ہے وہ حسنِ جاوداں ہیں حضورؐ
خدائے پاک کی قدرت کے راز داں ہیں حضورؐ
مرے رسولؐ جو چاہیں، جو التماس کریں
وہی خدا کا بھی منشا نہیں تو پھر کیا ہے



فرشتہ کس کے یہاں صبح و شام آتا ہے
خدا کا کس پہ مقدّس کلام آتا ہے
اذاں میں بعدِ خدا کس کا نام آتا ہے
شجر حجر پڑھیں، جنّ و بشر پڑھیں جس کو
مرے نبیؐ کا وہ کلمہ نہیں تو پھر کیا ہے



یہ اللہ اللہ ! عروجِ بشر شبِ معراج
رسولِ پاکؐ گئے عرش پر شبِ معراج
ہر آسماں پہ ہوا ہے گذر شبِ معراج
مہِ دو ہفتہ ہو یا کہکشاں ہو یا انجم
نبیؐ کا نقشِ کفِ پا نہیں تو پھر کیا ہے



مدینہ سرورِ عالم کی راجدھانی ہے
جہاں کی شام حسیں، صبح بھی سہانی ہے
یہاں پہ بکھری ہوئی دین کی کہانی ہے
"مدینہ جائیں، پھر آئیں، مدینہ پھر جائیں"[1]
ہر ایک دل کی تمنّا نہیں تو پھر کیا ہے



ہماری جانوں کا یارانِ مصطفےٰؐ پہ سلام
صداقتوں کے مبلغ، وہ دینِ حق کے امام
انھیں سے سارے جہاں کو ملا ہے دیں کا پیام
دیارِ ہند بنا مرکزِ علومِ نبیؐ
اگر یہ فیضِ صحابہؓ نہیں تو پھر کیا ہے



یقیں کی تیغ دے، ایمان کی سپر دیدے
جو تیرے آگے جھکیں ہم کو ایسے سر دیدے
الٰہی! راکھ کے اس ڈھیر کو شرر دیدے
ہماری بے عملی، خود سری سے اے اشعرؔ
خدا کا دین بھی رُسوا نہیں تو پھر کیا ہے



---

[1] امیر مینائی کا مصرعہ مستعار لیا گیا ہے۔

نعت

یہ لعلِ بے بہا مجھے اس کان سے ملا
عرفانِ حق پیمبرِ ذی شانؐ سے ملا

جنّت کا راستہ مجھے قرآن سے ملا
گویا خدائے پاک کے احسان سے ملا

جو حرف نا شناس تھا لیکن رسول تھا
مجھ کو ترا کلام اس انسان سے ملا

میرا مذاقِ شعر و ادب جھوم جھوم اٹھا
لطفِ کلام سورۂ رحمٰن سے ملا

ستّر ہزار پردۂ انوار ہٹ گئے
بندہ ملا خدا سے تو کس شان سے ملا

بخشش کا مژدہ ، نورِ یقیں ، تحفۂ نماز
لوٹے تو ہم کو عرش کے مہمان سے ملا

فتحِ مبین کا نہیں کثرت پہ انحصار
اس کا ثبوت بدر کے میدان سے ملا

تھا سخت معرکہ مگر ایمان کا چراغ
ہنس ہنس کے کفر و شرک کے طوفان سے ملا



روضہ کو غلاموں کی نظر چوم رہی تھی

مکّہ سے جو حُجّاج چلے سوئے مدینہ
کچھ سوچ کے رہ رہ کے دھڑک اٹھتا تھا سینہ
طوفان کی لہروں میں اُمیدوں کا سفینہ
معلوم نہ تھا کچھ بھی حضوری کا قرینہ

روضے کو غلاموں کی نظر چوم رہی تھی
قسمت تھی کہ سرمست کھڑی جھوم رہی تھی



ہر سمت وہ سرسبز کھجوروں کی قطاریں
صدقے ہوں جنھیں دیکھ کے جنّت کی بہاریں
حورانِ جناں گلیوں کو پلکوں سے بُہاریں
آ آ کے فرشتے وَلَكَ الْحَمْد پکاریں

مسجد کے سُتوں حسن میں یکتا ہیں جہاں میں
یا سَرو صَنوبر ہیں کھڑے باغِ جناں میں



جو باعثِ تخلیقِ سماوات و زمیں ہیں
اللہ کے محبوب ہیں، جو سرورِ دیں ہیں
مہمان خدا کے جو سرِ عرشِ بریں ہیں
اللہ غنی! ہم سے وہ آج اِتنے قریں ہیں

اللہ رے کہاں پہنچے ہیں، کیا دیکھ رہے ہیں
دربارِ شہِ ارض و سما دیکھ رہے ہیں



اک ذرّہ ناچیز کی پرواز تو دیکھو
یہ عشق کے جذبے کی تگ وتاز تو دیکھو
سرکارؐ کے مہمان ہیں ، اعزاز تو دیکھو
ناچیز نوازی کے یہ انداز تو دیکھو

تھرّا اُٹھے جب اپنی خطا سامنے آئی
رحمت تھی کہ خود بڑھ کے انھیں تھامنے آئی



روضہ ہے کہ دھرتی کی انگوٹھی کا نگیں ہے
جو رب کا ہے محبوب وہ خضریٰ کا مکیں ہے
ہیں ساتوں فلک جس پہ فدا یہ وہ زمیں ہے
''جنّت بھی یہیں قاسمِ جنّت بھی یہیں[1] ہے''

سرکارؐ کے قدموں میں ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں
گلدانِ خلافت کے یہ دونوں گلِ تر ہیں



[1] حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کا مصرعہ۔

جالی سے جو چھن چھن کے نکلتی تھیں ضیائیں
صاف آتی تھیں سینوں کے دھڑکنے کی صدائیں
ہونٹوں پہ صَلٰوۃً وّ سَلاماً کی ندائیں
دل تھا میں کہ رودادِ الم اُن کو سُنائیں

وہ ہم کو باندازِ کرم دیکھ رہے ہیں
ہم بھی انھیں بادیدۂ نم دیکھ رہے ہیں



کچھ عرض کریں ان سے، یہ جرأت بھی نہیں ہے
اتنی لبِ اظہار میں طاقت بھی نہیں ہے
رونے کی، تڑپنے کی اجازت بھی نہیں ہے
جالی سے لپٹ جانے کی ہمّت بھی نہیں ہے

سُن لیجئے درد و غمِ اُمّت کی کہانی
پلکوں پہ لرزتے ہوئے اشکوں کی زبانی



ہم لوگ تو مجرم ہیں خطاکار ہیں آقا
پاکیزہ، نہ اخلاق نہ کردار ہیں آقا
ہو جو بھی سزا اس کے سزاوار ہیں آقا
اب دوشِ زمانہ پہ ہم اک بار ہیں آقا

دشمن ہمیں قدموں کے تلے روندرہے ہیں
سر پر صفتِ برقِ بلا کوند رہے ہیں



چراغِ آرزو سینہ بہ سینہ اُن سے روشن ہے

مرے پیکر میں ایماں کا نگینہ اُن سے روشن ہے
مرا دل اُن سے روشن، میرا سینہ اُن سے روشن ہے

ہے مکّہ اُن سے روشن اور مدینہ اُن سے روشن ہے
جہاں میں مشعلِ وحی و سکینہ اُن سے روشن ہے

مری ہستی کا ہر رُخ، ہر قرینہ اُن سے روشن ہے
مری فکر و نظر کا آبگینہ اُن سے روشن ہے

اُجالے دہر میں پھیلے ہیں ہر سُو اُن کی رحمت کے
چراغِ آرزو سینہ بہ سینہ اُن سے روشن ہے

مرے لَوح و قلم کی فکر و فن کی آبرو اُن سے
متاعِ علم و عرفاں کا خزینہ اُن سے روشن ہے

ہیں آنکھیں میری، اِن آنکھوں میں لیکن نور ہے اُن کا
خدا کا شکر میری چشمِ بینا اُن سے روشن ہے

مری صہبا میں نور اُن کا، مرے دل میں سُرور اُن کا
مری محفل کا ہر اک جام و مینا اُن سے روشن ہے

نبیؐ نے جب سے اشعرؔ لا الٰہ کا راز سمجھایا
مرا، صد شکر مرنا اور جینا اُن سے روشن ہے



مرے رسولِ معظّمؐ کی ذات کتنی حسیں ہے

مرے رسولِ معظّم کی ذات کتنی حسیں ہے
یہ اُن کے جشنِ ولادت کی رات کتنی حسیں ہے
نظر اُٹھاؤ، یہ بزمِ حیات کتنی حسیں ہے
الٰہی! آج تری کائنات کتنی حسیں ہے
زمیں سے تا بہ فلک ہے نشاط و نور کا عالم
ہر ایک ذرّے میں ہے جلوہ گاہِ طور کا عالم



تمام کون و مکاں نور میں نہائے ہوئے ہیں
ستارے چرخ پہ مہتابیاں جلائے ہوئے ہیں
حرم کے فرش و در و بام جگمگائے ہوئے ہیں
ادب سے حور و ملائک نظر جھکائے ہوئے ہیں
جبینِ شب پہ درخشاں ہے ماہتاب کا جھومر
چمن میں جھومتی شاخوں پہ ہے گلاب کا جھومر



زمین مکّہ کی صد رشکِ آسمان بنی ہے
بڑے قرینے سے یہ بزمِ کائنات سجی ہے
لبِ نسیمِ سحر پر سرودِ نعتِ نبیؐ ہے
فضا میں بانگِ صلوٰۃ و سلام گونج رہی ہے

پرے فرشتوں کے فرشِ زمیں پہ آنے لگے ہیں
طیُور اپنے بسیروں میں چہچہانے لگے ہیں



تھی جن کی ذاتِ گرامی بنائے نازشِ خلقت
ہر اک نبی کی زباں سے ملی تھی جن کی بشارت
قریب آ گئی اُن کے ظہورِ پاک کی ساعت
ہے آج سرورِ کون و مکاں کا جشنِ ولادت

زمیں پہ چلتے ہیں پیہم ہوائے خلد کے جھونکے
شگفتہ ہو گئے شبنم سے دُھل کے چہرے گلوں کے



وہ نور جس سے منوّر ازل سے کون و مکاں تھا
جو پیشِ خلقتِ ارض و سما بھی جلوہ فشاں تھا
ابو البشرؑ کی جبیں سے جو نورِ پاک عیاں تھا
تمام پچھلے صحیفوں میں جس کا ذکر و بیاں تھا

ہر اک زمانے میں نبیوں نے جس کا مژدہ سنایا
ہزار شکر وہ آج آمنہ کی گود میں آیا



مرے نبیؐ کی نرالی تھی شانِ راہ نمائی
جہانِ کفر میں توحید کی وہ جوت جگائی
صنم کدے ہوئے ویراں، مٹی بتوں کی خدائی
بشر نے ایک ہی در پر جبینِ شوق جھکائی
ضلالتوں کے اندھیروں میں جگمگائے محمدؐ
نئی سحر ہوئی ظاہر، جو مسکرائے محمدؐ



وہ خوش خصال ہیں وہ پیکر جمال نبیؐ ہیں
خدائے پاک کے محبوبِ بے مثال نبیؐ ہیں
سراپا خوبی و مجموعۂ کمال نبیؐ ہیں
کوئی جواب نہیں جس کا وہ سوال نبیؐ ہیں
وہ روحِ محفلِ تخلیق ہیں وہ جانِ جہاں ہیں
محمدِؐ عربی آبروئے کون مکاں ہیں



وہ ذات خود ہی جسے دستِ لم یزل نے سنوارا
فلک پہ چاند ہو دو ٹکڑے پا کے جس کا اشارہ
بلا کے عرش پہ جس کو کرے خدا بھی نظارہ
وہ جس کے کہنے پہ کنکر نے لاالٰہ پکارا
کبھی جو دھوپ میں وہ جانِ کائنات چلے ہے
تو سر پہ ابر کا ٹکڑا بھی ساتھ سات چلے ہے



حضورؐ! کس کو سُنائیں ہم اپنے غم کا فسانہ
ہماری ذات کا دشمن بنا ہے سارا زمانہ
ہمیں مٹانے کا ہر روز ڈھونڈتے ہیں بہانہ
یہ ایک اُمّتِ بیکس بنی ہے سب کا نشانہ

زمینِ کابل و بغداد خوں سے لال ہے آقاؐ
چُھپا ہے کس سے فلسطین کا جو حال ہے آقاؐ



حضورؐ! آج کہیں بھی ہمیں پناہ نہیں ہے
ہیں سب خلاف، ہمارا کوئی گواہ نہیں ہے
نجات جس سے ملے ایسی کوئی راہ نہیں ہے
خدا کے رحم کی بھی ہم پہ کیوں نگاہ نہیں ہے

ابھی تو سامنے روز اک کربلا ہے ہمارے
نہ جانے آگے مقدّر میں کیا لکھا ہے ہمارے



کہوں یہ کیسے کہ سرکارؐ کو خبر نہیں ہو گی؟
مری تباہی پہ کیا آپؐ کی نظر نہیں ہو گی؟
وہ گیسو بکھرے نہ ہوں گے وہ آنکھ تر نہیں ہو گی؟
حضورؐ! کیا شبِ غم کی مرے سحر نہیں ہو گی؟

حضورؐ! آپؐ کو اُمّت سے اپنی پیار بہت تھا
ہمارے غم میں دل آقاؐ کا بیقرار بہت تھا



عجیب سحر دماغوں پہ چل گیا مرے آقاؐ
دلوں سے خوف خدا کا نکل گیا مرے آقاؐ
ہوس کی آنچ میں ایماں پگھل گیا مرے آقاؐ
ہمارا طرزِ تمدّن بدل گیا مرے آقاؐ

ہیں مستِ بادۂ غفلت عمل سے دور ہیں آقاؐ
مآل کار سے بے فکر و بے شعور ہیں آقاؐ



بدی کی راہ پہ اپنے قدم بڑھائے ہوئے ہیں
نبیؐ کے حکموں پہ چلنے سے جی چرائے ہوئے ہیں
زباں پہ عشق کے دعوے مگر سجائے ہوئے ہیں
یہ ڈھونگ بھی کئی صدیوں سے ہم رچائے ہوئے ہیں

خدا کے سامنے اک سجدۂ نیاز ہے مشکل
ہر ایک کام ہے آساں مگر نماز ہے مشکل



ہمیں خبر ہے ہوا کیوں یہ حالِ زار ہمارا
زبانی دعویٰ اسلام ہے شعار ہمارا
جہاں میں دامنِ وحدت ہے تار تار ہمارا
اسی لئے کہیں باقی نہیں وقار ہمارا

تباہ ہو کے بھی آپس میں اتحاد نہیں ہے
سبق پڑھایا تھا جو آپؐ نے وہ یاد نہیں ہے



نہ ہم میں صدقِ ابوبکرؓ ہے نہ رعبِ عمرؓ ہے
غنیؓ کا حلم نہ شیرِ خداؓ کی تیغ و تبر ہے
تھا تاج جس کے سروں پر وہ قوم برہنہ سر ہے
بچے کھچے مرے ایماں پہ دُشمنوں کی نظر ہے

وہ رعب وداب ہے قاتل کا، بول بھی نہیں سکتے
حقیقتوں کے لئے ہونٹ کھول بھی نہیں سکتے



حضورؐ! پھر ہمیں لُطف وکرم کی بھیک عطا ہو
ہیں سر برہنہ، عطا ہم کو رحمتوں کی ردا ہو
حضورؐ! بند یہ اب سلسلۂ ظلم و جفا ہو
حضورؐ! آپ کے صدقے قبول اپنی دعا ہو

کھڑے ہیں آپ کے در پر غلام اے مرے آقاؐ
درود اے مرے آقا، سلام اے مرے آقاؐ



کون و مکاں کی آبرو

کون و مکاں کی آبرو آپ کی ذاتِ پاک ہے
قلب و نظر کی آرزو آپ کی ذاتِ پاک ہے

فکر و خیال میں مری آپ سما گئے ہیں یوں
میری نظر میں کُو بہ کُو آپ کی ذاتِ پاک ہے

جیسے تمام کائنات پھول ہو اک گلاب کا
اس کی شمیمِ مشکبُو آپ کی ذاتِ پاک ہے

آبلہ پا مرا جنوں گھوم رہا ہے دشت دشت
اس کی متاعِ جستجو آپ کی ذاتِ پاک ہے

مہر و مہ و نجوم ہیں پرتوِ رُخ سے مُستنیر
جلوہ طراز سُو بہ سُو آپ کی ذاتِ پاک ہے

پیکرِ کائنات میں روح و روان و تاب و تب
نبضِ حیات میں لہو آپؐ کی ذاتِ پاک ہے

آپ کا حسنِ بے مثال ہے مرا مرکزِ خیال
میری بِنائے گفتگو آپؐ کی ذاتِ پاک ہے

صانعِ کائنات کو آیا تھا اک حسیں خیال
اس کا ظہور ہو بہ ہو آپؐ کی ذاتِ پاک ہے

میری خطا ہے حیلہ ساز عفو و کرم کے واسطے
بہرِ عطا بہانہ جو، آپؐ کی ذاتِ پاک ہے



مَرحَبا صلِّ علیٰ، صلِّ علیٰ، صلِّ علیٰ

خلق کے سرور و محبوبِ خدا صَلِّ علیٰ
نورِ کونین، شہ ہر دو سرا صَلِّ علیٰ
زینتِ انجمنِ ارض و سما صَلِّ علیٰ

جلوۂ صبح ازل، روشنیٔ شامِ ابد
مصطفٰے، ہادی کل، شمعِ ہُدا صَلِّ علیٰ
مَرحبا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ



عرش پر خالقِ اکبر نے کہا صَلِّ علیٰ
باادب سارے فرشتوں نے پڑھا صَلِّ علیٰ
عالمِ قُدس میں پھر گونج اُٹھا صَلِّ علیٰ

حور و غلمان نے ارواحِ رسل نے بھی پڑھا
گنگنانے لگے سب ارض و سما صَلِّ علیٰ
مَرحبا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ



عرش و کرسی سے چلی خُلدِ بریں تک پہونچی
آسمانوں سے یہ آواز زمیں تک پہونچی
جنّ وانسان، ہراک خاک نشیں تک پہونچی

بُلبلیں صحنِ گلستاں میں ہوئیں نغمہ طراز
آئی غنچوں کے چٹکنے کی صدا صَلِّ عَلیٰ
مَرحَبا صَلِّ عَلیٰ، صَلِّ عَلیٰ، صَلِّ عَلیٰ



بزمِ کونین میں ہر سو یہ ندا گونج اُٹھی
گونج اٹھے ثابت و سیار، خلا گونج اُٹھی
ماہ و خورشید و ثُریّا کی فضا گونج اُٹھی

لے کے ہر سمت یہ پیغام چلی موجِ ہَوا
ساری مخلوق ہوئی نغمہ سرا صَلِّ عَلیٰ
مَرحَبا صَلِّ عَلیٰ، صَلِّ عَلیٰ، صَلِّ عَلیٰ



بھیجئے سَروَرِ عالمؐ پہ درود اور سلام
مصطفےٰؐ، نورِ مجسّم پہ درود اور سلام
خَلوتِ قُدس کے مَحرم پہ درود اور سلام

اِس سے بہتر نہیں دنیا میں وظیفہ کوئی
بس یہی وِرد رہے صبح و مَسا صَلِّ عَلیٰ
مَرحَبا صَلِّ عَلیٰ، صَلِّ عَلیٰ، صَلِّ عَلیٰ



کہا جبریلؑ نے اے زیبِ مقامِ محمود
آپؐ کا نام جو سُن کر نہیں پڑھتا ہے درود
اُس کو اللہ کرے دونوں جہاں میں نابود

ایسے بد بخت و بد انجام کا ہو حشر بُرا
اس پہ آقاؐ نے دی آمیں کی صدا صَلِّ علیٰ
مَرحَبا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ



چھیڑیے حُسن و جمالِ شہِ ابرارؐ کی بات
کبھی زلفوں کا فسانہ کبھی رُخسار کی بات
کبھی گفتار کا چرچا، کبھی کِردار کی بات

رُوحِ بے تاب کی تسکیں کا مداوا ہے یہی
یہی دردِ دلِ مضطَر کی دوا صَلِّ علیٰ
مَرحَبا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ



چاند اُس روئے جہاں تاب کا صدقہ مانگے
برگِ گل اُن کے لبِ ناز کا بوسہ مانگے
حُسنِ یوسف بھی یہاں اِذنِ تماشا مانگے

اُن کے ابروئے مُقدّس ہیں کہ محرابِ حرم
ان کے گیسو ہیں کہ رحمت کی گھٹا صَلِّ علیٰ
مَرحَبا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ



آپؐ کا نور کبھی عرشِ بریں پر چمکا
اور کبھی حضرتِ آدمؑ کی جبیں پر چمکا
آخر اک دن وہی مکّہ کی زمیں پر چمکا
تھی اسی نور سے آغوشِ حلیمہ روشن
جو بنا شمعِ شبستانِ حرا صَلِّ علیٰ
مَرحبا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ



خوابِ آدمؑ بھی ہیں اس خواب کی تعبیر بھی ہیں
خود ہی قرآن بھی قرآن کی تفسیر بھی ہیں
جس پہ نازاں ہے مصوّر وہی تصویر بھی ہیں
شق ہوا دیکھ کے رُخ اُن کا گریبانِ قمر
قُدسی و جنّ و بشر ان پہ فدا صَلِّ علیٰ
مَرحَبا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ



وہ غلاموں کے مددگار، غریبوں کے ندیم
بےنواؤں کے سہارا، وہ دل و جانِ یتیم
اپنی اُمّت کے وہ غم خوار رؤف اور رحیم
جام کوثر کا پلائیں گے گنہ گاروں کو
شافعِ عرصہ گہِ روزِ جزا صَلِّ علیٰ
مَرحَبا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ



اپنے معبود سے بندوں کو ملانے والے
ایک ہی در پہ ہر اک سر کو جھکانے والے
اُن کا احسان نہ کیوں مانیں زمانے والے

وہ نہ آتے تو خدا کا بھی نہ عرفاں ملتا
ہم کو جو کچھ بھی ملا ان سے ملا صَلِّ عَلیٰ
مَرحَبا صَلِّ عَلیٰ، صَلِّ عَلیٰ، صَلِّ عَلیٰ



حق کے محبوب کی کیا شان ہے اللہ اللہ
کون یہ عرش پہ مہمان ہے اللہ اللہ
چشمِ افلاک بھی حیران ہے اللہ اللہ

رب نے بُلوا کے سرِ عرش یہ بخشا اِعزاز
دو کمانوں کا کیا قُرب عطا صَلِّ عَلیٰ
مَرحَبا صَلِّ عَلیٰ، صَلِّ عَلیٰ، صَلِّ عَلیٰ



خاتمِ سلسلۂ وحی و نبوّت آئے
انبیا لے کے محمدؐ کی بشارت آئے
مصطفےٰؐ سر پہ لیے تاجِ شفاعت آئے

قاسمِ خلدِ جناں، ساقیٔ حوضِ کوثر
دل و جاں ایسے پیمبر پہ فدا صَلِّ عَلیٰ
مَرحَبا صَلِّ عَلیٰ، صَلِّ عَلیٰ، صَلِّ عَلیٰ



رُوحِ اسلام وہی، مرکزِ ایماں بھی وہی
دیں کا مفہوم وہی، مہبطِ قرآں بھی وہی
نورِ کعبہ بھی وہی، عرش کے مہماں بھی وہی

زینتِ فرشِ زمیں، گنبدِ خضریٰ کے مکیں
ختم ہے آپ پہ ہر مدح و ثنا، صَلِّ علیٰ
مرحبا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ



اُن کی مرضی میں ہے اللہ تعالیٰ کی رضا
اُن کی طاعت سے سنور جاتے ہیں دین و دنیا
اُن کا ہر نقشِ قدم، خُلد کی منزل کا پتا

اُن کا ہر لفظ ہے اسلام کا آئینِ دوام
اُن کا فرمان ہے فرمانِ خدا، صَلِّ علیٰ
مرحبا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ



عشق کیا شے ہے بلالِ حبشیؓ سے پوچھو
دلِ صدیقؓ سے، سلمانؓ و علیؓ سے پوچھو
لذّتِ عشق اُویسِ قرنیؒ سے پوچھو

تھی بسی یادِ نبیؐ جن کی ہر اک دھڑکن میں
جن کی ہر سانس سے آتی تھی صدا صَلِّ علیٰ
مرحبا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ



زیست ہے کارِ عبث ان کی محبّت کے بغیر
مُعتبر دعویٰ اُلفت نہیں طاعت کے بغیر
دین بے نور ہے سرکارؐ کی سُنّت کے بغیر
اُن کا ہر قول و عمل مشعلِ راہِ ہستی
اُن کا ہر نقشِ قدم قبلہ نُما، صَلِّ علیٰ
مَرحَبا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ



ہم کو صدّیقؓ کا کِردار عطا کر مولا
عدلِ فاروقؓ کا معیار عطا کر مولا
ذوقِ عثمانِؓ حیادار عطا کر مولا
زورِ بازوئے علیؓ کی ہے ضرورت ہم کو
ہم کو حسنینؓ کی جرأت ہو عطا، صَلِّ علیٰ
مَرحَبا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ



بس کہ دُشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
سخت مشکل ہے پیمبرؐ کا ثنا خواں ہونا
ہر قدم خامہ کا انگشت بدنداں ہونا
تھا یہ توفیقِ الٰہی کا کرشمہ اشعرؔ
ہوگئی مدحتِ محبوبِ خدا، صَلِّ علیٰ
مَرحَبا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ



ہنس پڑی رحمت

خندہ زن ہو جیسے قطرے کو سمندر دیکھ کر
ہنس پڑی رحمت مرے عصیاں کا دفتر دیکھ کر

آج تک حیراں ہے خود آئینۂ حُسنِ ازل
آپ کا عکسِ جمیلِ روئے انور دیکھ کر

دل میں ہے بس اک تمنّا، تن سے نکلے جانِ زار
مصطفٰےؐ کے گنبدِ خضریٰ کا منظر دیکھ کر

آج تک پیشِ زمیں افلاک کی خم ہے جبیں
ارضِ طیبہ کی بہشتِ روح پروَر دیکھ کر

راستے جن کے قدم چومیں، کرے منزل سلام
راہِ ہستی کیوں نہ چلئے ایسا رہبر دیکھ کر

ہر طرف اُمنڈا چلا آتا ہے پیاسوں کا ہجوم
جوش پر فیاضیٔ ساقیٔ کوثرؐ دیکھ کر

سرورِ کون و مکاں کی نام لیوا ہے یہ قوم
کون سمجھے گا ہمارا حالِ ابتر دکھ کر

خود نبیؐ فرمائیں میں ممنونِ احساں ان کا ہوں
راہِ دیں میں جذبۂ صدّیقؓ اکبر دیکھ کر

قوّتِ باطل ابھی تک لرزہ بر اندام ہے
حضرتِ فاروقؓ کے ایماں کا تیور دیکھ کر

چھوڑنا اشعرؔ نہ دینِ حق کی راہِ مستقیم
راہرَو چلتا ہے رستے کو برابر دیکھ کر



جشنِ ولادت کی رات

فضلِ خدا کی، لطف و عنایت کی رات ہے
اُمّت کے افتخار و مسرّت کی رات ہے
یہ مصطفےٰؐ کے جشنِ ولادت کی رات ہے
یعنی ظہورِ خیر و سعادت کی رات ہے

وقفِ طرب ہے گردشِ لیل و نہار آج
کس جوش پر ہے رحمت پروردگار آج



آؤ ! خدا کو شکر کا سجدہ ادا کریں
اُس ذاتِ لاشریک کی حمد و ثنا کریں
اُس کی نوازشوں پہ دل و جاں فدا کریں
پھر اُس کے بعد ذکرِ شہِ انبیاؑ کریں

یادِ نبیؐ سے دل کو بسانے کی رات ہے
یہ جاگنے کی اور جگانے کی رات ہے



باغِ جہاں میں آمدِ فصلِ بہار ہے
غنچے چٹک رہے ہیں گلوں پر نکھار ہے
بُلبُل کے لب پہ صلِّ علیٰ کی پکار ہے
جلوہ طراز رحمتِ پروردگار ہے

ماحول دِلکشا ہے ، نظارہ حسین ہے
آمد ہے کس حسین کی ، دنیا حسین ہے



یہ کیف بار شب ، یہ ستاروں کی انجمن
چاندی بکھیرتی ہوئی مہتاب کی کرن
دھرتی ہے جس طرح کوئی آراستہ دُلھن
موجِ ہوا لٹاتی ہے خوشبو چمن چمن

صحنِ حرم میں حور و ملک کا نزول ہے
آغوشِ آمنہ میں رسالت کا پھول ہے



بطحا کی سرزمیں پہ رواں سیلِ نور ہے
سرتاجِ انبیاءؐ کا زمیں پر ظہور ہے
سرتا قدم جو رحمتِ ربِّ غفور ہے
بارش تجلیات کی نزدیک و دور ہے

جھونکے رواں دواں ہیں نسیمِ بہار کے
قربان جائیں رحمتِ پروردگار کے



مقصودِ کائنات ہمارے حضورؐ ہیں
مجموعۂ صفات ہمارے حضورؐ ہیں
تنویرِ شش جہات ہمارے حضورؐ ہیں
خضرِ رہِ حیات ہمارے حضورؐ ہیں

صد شکر بے مثال ہمیں رہنما ملا
وہ مل گئے تو اُن سے خدا کا پتہ ملا



تخلیقِ کائنات کا عنواں ہیں مصطفےٰؐ
ہم پر خدائے پاک کا احساں ہیں مصطفےٰؐ
انسانیت کے درد کا درماں ہیں مصطفےٰؐ
واللہ سب رسولوں کے سلطاں ہیں مصطفےٰؐ

دیں کی اساس، مرکزِ ایمان خود بھی ہیں
قرآن لے کے آئے ہیں، قرآن خود بھی ہیں



ظلمت کدے کو نور بداماں بنا دیا
بھٹکے ہوئے درندوں کو انساں بنا دیا
ذرّوں کو آفتابِ درخشاں بنا دیا
چرواہوں کو جہاں کا نگہباں بنا دیا

دنیا میں انقلاب کا پیغام ہیں حضورؐ
انسانیت کے واسطے انعام ہیں حضورؐ



ہر دردِ لا علاج کا چارہ ہیں مصطفےٰؐ
ظلماتِ غم میں نور کا دھارا ہیں مصطفےٰؐ
سیلابِ گمرہی میں کنارا ہیں مصطفےٰؐ
ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا ہیں مصطفےٰؐ

مفلِس کے سرپرست ، غلاموں کے غمگسار
سر پر اٹھالیں اپنے ضعیفوں کے سر کا بار



ہنس کر حضور گذرے ہیں تیغوں کی چھاؤں سے
ہمّت نہ ہارے ظلم و ستم سے ، جفاؤں سے
سیلِ بلا کا موڑ دیا رُخ دعاؤں سے
ہارے عدو تو لطف و کرم کی اداؤں سے

سب سر جھکا کے آگئے دیں کی پناہ میں
جادو بھرا ہوا تھا نبیؐ کی نگاہ میں



"ما ینطق" کی شرح ہوئی کیسی شان سے
جُز حق نہ نکلا کچھ لبِ حق ترجمان سے
دوری ہے گو زمیں کی بہت آسمان سے
اللہ بولتا تھا نبیؐ کی زبان سے

ہر بات ان کی معجزہ ، ہر شان معجزہ
سب سے بڑا نبیؐ کا تھا قرآن معجزہ



سرورؐ وطن بدر ہوئے جس دین کے لیے
کپڑے لہو سے تر ہوئے جس دین کے لیے
زخمی دل و جگر ہوئے جس دین کے لیے
خطروں میں دن بسر ہوئے جس دین کے لیے
اُس دیں سے کیوں عمل کا ہے رشتہ کٹا ہوا؟
اے اُمتِ رسولؐ تجھے آج کیا ہوا؟



اللہ اور رسولؐ کے احکام بھول کے
دعوے زبانی تا کجا عشقِ رسولؐ کے
گلدستے نذر کرتے ہو کاغذ کے پھول کے
پھر بھی اُمیدوار ہو حُسنِ قبول کے
خود کو نبیؐ کے حکموں کا پابند تو کرو
اپنے عمل سے اُن کو رضامند تو کرو



محشر میں ہم حضورؐ کو کیا منہ دکھائیں گے
سوچو کہ ان کے سامنے کیا لے کے جائیں گے
اعمال نامے سامنے جب اُن کے آئیں گے
کیسے ہم ان کی نظروں سے نظریں ملائیں گے
گر نامۂ عمل میں نمازِ وفا نہیں
اِس زمزمہ سرائی سے کچھ فائدہ نہیں



سیرت کو اُن کی حرزِ دل و جاں بنایئے
پھر حوصلے سے جشنِ ولادت منایئے
نعتِ رسولِ پاک کی محفل سجایئے
حیَ علیَ الفلاح پہ سر کو جُھکایئے
ہم بھی وہی کریں جو ہو منشائے مصطفےٰ
منزل ہو اپنی نقشِ کفِ پائے مصطفےٰ



لاکھوں سلام اُن پہ جو ایماں کی جان ہیں
ہم پر جو باپ ماں سے سوا مہربان ہیں
اشعرؔ نبیؐ پہ صدقے زمیں آسمان ہیں
محبوبِ حق کے قبضہ میں دونوں جہان ہیں
ہاتھوں میں تھامے گوشۂ دامانِ مصطفےٰ
حاضر ہیں ان کے در پہ غلامانِ مصطفےٰ



ہدایت کا خزانہ آج بھی کوہِ حرا پر ہے

نجاتِ دائمی موقوف بس حق کی رضا پر ہے
مدارِ کامرانی سُنّتِ خیر الوریٰؐ پر ہے

نبیؐ جو تم کو دیں لے لو، یہ ہے ارشادِ ربّانی
مری بے مایگی کا آسرا اُن کی عطا پر ہے

دکانیں ہر طرف آراستہ ہیں نقلی ہیروں کی
ہدایت کا خزانہ آج بھی کوہِ حرا پر ہے

وہی پہونچے گا اک دن بالیقیں پایانِ منزل تک
وہ جس کا ہر قدم مضبوط راہِ مصطفٰےؐ پر ہے

کریں کیا ہم ثنا اُس کی کہ جس کی مدح کا چرچا
کلامِ کبریا میں ہے، زبانِ کبریا پر ہے

فضیلت جو ملی جس کو ، اسی ڈیوڑھی کا صدقہ ہے
"ہر اک اچھی صفت کا خاتمہ خیر الوریٰ پر ہے"

مہِ کامل کو تابانی ملی ہے روئے زیبا سے
سحر قربان اِس شبگونیٔ زلفِ دوتا پر ہے

بھلا سکتے نہیں گو تین سو تیرہ کی قربانی
مدارِ فتح و نصرت تو دعائے مصطفٰے پر ہے

دریچے میں کھلے رکھتا ہوں اشعرؔ خلوتِ جاں کے
مرے دل کی توجّہ ہر گھڑی ان کی صدا پر ہے



مرحبا ! آج وہی رات سُہانی آئی

لِلّٰہِ الحمد کہ رحمت کا مہینہ آیا
رب کی بندوں پہ عنایت کا مہینہ آیا
محفلِ دہر کی زینت کا مہینہ آیا
سرورِ دیں کی ولادت کا مہینہ آیا
بن کے جو رحمتِ یزداں کی نشانی آئی
مرحبا ! آج وہی رات سُہانی آئی



سج گئی بزمِ مہ و کاہکشاں آج کی رات
جلوۂ حُسنِ ازل ہو گا عیاں آج کی رات
آنے والے ہیں شہِ کون مکاں آج کی رات
کفر کے گھر میں بھی گونجے گی اذاں آج کی رات
ظلم کا ختم زمانے سے اندھیرا ہو گا
اک نئی شان سے رحمت کا سویرا ہو گا



زلزلہ ہو گا بپا شاہوں کے اَیوانوں میں
اک قیامت کا سماں ہو گا ستم رانوں میں
خاک اُڑتی نظر آئے گی صنم خانوں میں
امن و انصاف کا دور آئے گا انسانوں میں

یہ خبر دیتی ہوئی بادِ بہاری آئی
دہر میں رحمتِ عالم کی سواری آئی



یک بہ یک چاک ہوئی ظلمت باطل کی قبا
ہر طرف پھیل گئی مہرِ نبوّت کی ضیا
خوشبو بکھراتی چلی گلشنِ جنّت سے ہوا
حرمِ کعبہ سے جبریلؑ کی گونجی یہ صدا

آج انسان کا خوابیدہ مُقدر جاگا
ظلم و شر پست ہوئے خیر کا لشکر جاگا



راہ سب تکتے تھے جس کی وہی ساعت آئی
اپنے دامن میں لیے مژدۂ رحمت آئی
آمنہ بی بی کی گودی میں امانت آئی
کفر اور شرک کی دُنیا پہ قیامت آئی

رب کا احسان ہُوا روحِ بشر جھوم اُٹھی
وہ بہار آئی کہ ہر شاخِ شجر جھوم اُٹھی



آرزو نوحؑ کی ، ارمانِ دلِ ابراہیمؑ
ہادیِ جنّ و بشر، صاحبِ اخلاقِ عظیم
آمنہ بی بی کی آغوش کے وہ دُرِّ یتیم
جن کی اُنگلی کے اشاروں سے ہوا چاند دونیم

عرش پر خالقِ اکبر کا جو مہمان ہوا
جس کا دل جلوہ گہِ حکمتِ قرآن ہوا



جس نے مظلوموں کو انصاف دلایا وہ رسولؐ
جس نے ناداروں کو سینے سے لگایا وہ رسولؐ
آدمیّت کا سبق جس نے پڑھایا وہ رسولؐ
فرقِ سُلطان و گدا جس نے مٹایا وہ رسولؐ

جس نے چرواہوں کو توقیرِ شہنشاہی دی
خود فراموشوں کو تہذیبِ خود آگاہی دی



خلوتِ غارِ حرا میں تھے نبیؐ گوشہ نشیں
لے کے اقرا کا پیام آگئے جبریلؑ امیں
جبلُ النور کی کچھ اور چمک اُٹھّی جبیں
کوہِ فاراں سے نمودار ہوا دینِ مبیں

عالمِ کفر کے ماتھے پہ پسینہ آیا
حق کا طوفان سے ساحل پہ سفینہ آیا



دین و دنیا کو بہم جس نے سمویا وہ رسولؐ
جس نے باطل کے سفینے کو ڈبویا وہ رسولؐ
مالکِ کُل تھا مگر خاک پہ سویا وہ رسولؐ
فکرِ اُمت میں نمازوں میں جو رویا وہ رسولؐ

آج تک جس کے نشاناتِ قدم روشن ہیں
اُس کے جلووں سے عرب اور عجم روشن ہیں



گالیاں سُن کے جو دشمن کو دعا دیتا تھا
سنگ کے بدلے جو گل ہائے وفا دیتا تھا
خوں کے پیاسوں کو بھی جو تن کی قبا دیتا تھا
وہ جو سائل کو طلب سے بھی سِوا دیتا تھا

نانِ جو جس کی غذا ٹاٹ تھا بستر جس کا
سونے چاندی سے سدا پاک رہا گھر جس کا



جس نے محنت کے پسینے کو عطا کی توقیر
جس نے مجبور غلاموں کی بدل دی تقدیر
جُھک کے شاہوں سے نہ ملتے تھے کبھی جس کے فقیر
تاجِ شاہی کو اُلٹ دیتی تھی جن کی شمشیر

جس نے عزّت کی بنا نسل نہ دولت رکھّی
جس نے کردار پہ بُنیادِ فضیلت رکھّی



اُن کا ہر نقشِ قدم راہبرِ راہِ حیات
سنگ اور خشت کی طائف میں وہ خونیں برسات
الاماں آٹھ برس تک وہ مسلسل غزوات
حق کے محبوب تھے سر تا بقدم عزم و ثبات

جب ملی فتح تو سب کچھ نظر انداز کیا
دُشمنوں پر درِ الطاف و کرم باز کیا



حُسن وہ حُسن جسے آپ کہیں اپنی مثال
حق کے محبوب کی اللہ رے وہ شانِ جمال
اُن کے پیکر سے عیاں صنعتِ خالق کا کمال
ہم سری ان کی کرے کیا مہِ تاباں کی مجال

کون تھا وہ جسے یہ آئینہ روئی مل جائے
شب کی تاریکی میں کھوئی ہوئی سوئی مل جائے



وہ نبیؐ محفلِ کونین سجی جن کے لیے
کہکشاں رہ گذرِ نور بنی جن کے لیے
چاند تاروں کی رہی آنکھ کھلی جن کے لیے
ہفت افلاک پہ تھی دھوم مچی جن کے لیے

عرش نے آپؐ کے نعلین کو سر پر رکّھا
حق نے آئینہ کے آئینہ برابر رکّھا



اُن کو محبوبِ خدا ، نورِ مجسّم کہیے
اُن کو زخمِ دلِ انسان کا مرہم کہیے
نازشِ آدم و فخرِ بنی آدم کہیے
کچھ نہ کہیے تو انھیں رحمتِ عالم کہیے

اُن سے ہی خاتمۂ جہلِ بدانجام ہوا
علم و حکمت کا زمانے میں چلن عام ہوا



جن کے اوصاف و محامد کی نہ گنتی ہے نہ حد
جلوۂ صبحِ ازل ، شمعِ شبستانِ ابد
محرمِ خاص کہیں جن کو بہ درگاہ احد
نامِ نامی ہے اناجیل میں جن کا احمدؐ

بزمِ گیتی میں کوئی اور نہ ایسا دیکھا
جس نے جس رُخ سے بھی دیکھا انھیں یکتا دیکھا



کون صدّیقؓ کا تھا صدق و صفا میں ثانی
کون فاروقؓ کا تھا عدل و وفا میں ثانی
نہ غنیؓ کا تھا کوئی جود و سخا میں ثانی
اور نہ حیدرؓ کی شجاعت کا وِغا میں ثانی

ہوں گی جنّت کی خواتین کی سردار بتولؓ
اور حسنینؓ ہیں گلزارِ نبیؐ کے دو پھول



کیاں بیاں کوئی کرے شانِ جنابِ صدّیقؓ
ہر کٹھن وقت میں سرورؐ کے وہ دمساز و رفیق
جن کو قدرت سے ملی عشق نبیؐ کی توفیق
باپ کی طرح جو تھے اُمّتِ سَرورؐ پہ شفیق

جن کے کردار پہ اخلاص و وفا ناز کرے
دین ہے رب کی، جسے چاہے سرافراز کرے



اللہ اللہ جنابِ عمر ابن الخطابؓ
عدل میں جن کا ہوا ہے کوئی ثانی نہ جواب
کفر و باطل پہ جھپٹتے تھے جو مانندِ عُقاب
جن کا ہر چینِ جبیں شر کے لیے روزِ حساب

کارنامے کیے دنیا میں رسولوں کی طرح
آج بھی جو کہ تر و تازہ ہیں پھولوں کی طرح



عظمتِ حضرتِ عثمانِ غنیؓ کیا کہیے
کرم و جود و سخا کا انھیں دریا کہیے
صبر و حلم اور حیا کا انھیں پُتلا کہیے
اُن کے خوں کو رُخِ اسلام کا غازہ کہیے

دین کی راہ میں صدقات بھی بھرپور دیے
کیا مقدّر تھا نبیؐ نے انھیں دو نور دیے



دست و بازوئے نبیؐ، قوّتِ دیں ہیں حیدرؓ
خاتمِ فقر و توکُّل کے نگیں ہیں حیدرؓ
تین فاقوں میں بھی فرخندہ جبیں ہیں حیدرؓ
علم و عرفانِ نبوّت کے امیں ہیں حیدرؓ

تازہ دم دینِ ہُدیٰ جرأتِ شبّیرؓ سے ہے
غلغلہ حق کا اِسی نعرۂ تکبیر سے ہے



اے مسلمان! تجھے خواجۂ بطحا کی قسم
شامِ کعبہ کی قسم، صبحِ مدینہ کی قسم
چودہ صدیوں کی روایاتِ عظیمہ کی قسم
جذبِ صدیقؓ کی، تاب وتبِ حمزہؓ کی قسم

تھام لے دامنِ سرکارؐ کو تکتا کیا ہے؟
راہ ہے سامنے، در در پہ بھٹکتا کیا ہے؟



کیا لکھے ان کی ثنا اشعرِ ژولیدہ بیاں
میں نہ جامیؔ نہ شہیدیؔ ہوں نہ کعبؓ وحسّاںؓ
تن بدن غرقِ ہوس، دل بھی اسیرِ عصیاں
نعت یہ لکھ کے ہیں شرمندہ قلم اور زباں

کسی قابل تونہیں یہ مرے اشعار کے پھول
انؐ کی رحمت ہوتو شاید وہ انھیں کرلیں قبول



لیا زباں نے بصد احترام آپؐ کا نام

سماعتوں کے لیے لُطفِ عام آپؐ کا نام
دلوں کے واسطے کیفِ دوام آپؐ کا نام

یہ اسمِ پاک ہے انسانیت کا سرمایہ
فلاح و خیر کا فیضانِ عام آپؐ کا نام

دُکھوں کی ماری ہوئی خستہ آدمیّت کو
نویدِ امن و سکون و سلام آپؐ کا نام

غموں کی دُھند میں اُمید کی چمکتی کرن
بشارتِ دلِ ناشاد کام آپؐ کا نام

یہ نام ہی تو سہارا ہے دل شکستوں کا
رٹیں نہ ہر گھڑی کیوں ہم غلام آپؐ کا نام

جو دل میں آپؐ کی یاد آئی نور بکھراتی
لیا زباں نے بصد احترام آپؐ کا نام

مصیبتوں میں بھی عزم و ثبات دیتا ہے
خدا کے بعد رسولِ انام آپؐ کا نام

سوادِ لشکرِ شب سے میں ڈر رہا تھا معاً
چمک اٹھا سرِ سیمائے شام آپؐ کا نام

ادب کا بھی ہے تقاضہ، خدا کا حکم بھی ہے
نہ لیں بغیر صلوٰۃ و سلام آپؐ کا نام



اصحابِ مصطفےؐ

اے خامہ! اپنی خوبیٔ قسمت پہ ناز کر ذہنِ رسا تو اپنی سعادت پہ ناز کر
شاہنشہِ جہانِ رسالتؐ پہ ناز کر اصحابِ مصطفےؐ کی محبّت پہ ناز کر

چل ان کی بارگاہ میں سر خم کیے ہوئے
دل میں عقیدتوں کو مجسّم کیے ہوئے



لکھنی ہے آج مدحتِ یارانِ مصطفےؐ وابستگانِ گوشۂ دامانِ مصطفےؐ
گلہائے عطر بیزِ گلستانِ مصطفےؐ شاہانِ بے کُلاہ، غلامانِ مصطفےؐ

ناطق شرف پہ جن کے خدا کا کلام ہے
اے خامہ تھم کے چل یہ ادب کا مقام ہے



حُسن و جمال و نور کی دنیا نظر میں ہے عشق و وفا کی بزمِ دِلا را نظر میں ہے
جاں بازیوں کا طرفہ نظارہ نظر میں ہے یارانِ مصطفےؐ کا سَراپا نظر میں ہے

یہ ہے نبیؐ کے عشق کے ماروں کی انجمن
مہتاب کے جلو میں ستاروں کی انجمن



اِس بزم میں فقیر بھی ہیں اور شاہ بھی ان میں گلیم پوش بھی ہیں کج کلاہ بھی
عابد بھی اہل فقر بھی اربابِ جاہ بھی فاتح بھی، جنگجو بھی، امیرِ سپاہ بھی

ہر فرد اِن میں اپنی جگہ بے مثال ہے
جو بھی ہے ایک خزینۂ فضل و کمال ہے



یہ مقتدا ہیں، قبلہ نُما ہیں، امام ہیں ہم اُن کی خاکِ پا سے بھی ادنیٰ غلام ہیں
گو سب ہمارے واسطے ذی احترام ہیں ان کے بہ حسبِ فرقِ مراتب مقام ہیں

رتبہ کسی کا کم ہے کسی کا زیادہ ہے
ساغر میں جتنا ظرف ہے اتنی ہی بادہ ہے



عزم و ثبات و جرأت و ہمّت کے شاہکار سوز و گدازِ عشق و محبّت کے شاہکار
وہ زہد و اتّقا وہ عبادت کے شاہکار غربت میں بھی وہ صبر و قناعت کے شاہکار

تیغ آزما تھے، مردِ جری تھے دلیر تھے
ہیبت طراز بیشۂ احمد کے شیر تھے



نکلے حجاز سے سوئے مصر و عجم گئے ہاتھوں میں دینِ حق کا سنبھالے علَم گئے
ہیبت سے ان کی دشت و جبل بھی سہم گئے جو چڑھ رہے تھے کفر کے طوفان تھم گئے

اعدا کی فوج کے لیے قہرِ خدا تھے وہ
خاشاکِ کفر و شرک پہ برقِ بلا تھے وہ



باطل پہ حق کی دھاک بٹھانے کے واسطے دنیا سے ظلم و جور مٹانے کے واسطے
سب کو خدا کے در پہ جھکانے کے واسطے انسانیت کی لاج بچانے کے واسطے

شاہانِ پُر غرور کو یوں خوار کر دیا
باطل خدائیوں کو نگوں سار کر دیا



فکر و نظر کی صبحِ پُر انوار تھے یہ لوگ انسانیت کے طالعِ بیدار تھے یہ لوگ
دستِ خدا کی تیغِ جگر دار تھے یہ لوگ تنہا مثالِ لشکرِ جرّار تھے یہ لوگ

پیوند کی قبا میں نرالا جلال تھا
قدموں میں تخت و تاجِ شہی پائمال تھا



توحید کے فروغ کا ارماں لیے ہوئے نکلے عرب سے ہاتھوں میں قرآں لیے ہوئے
انسانیت کے درد کا درماں لیے ہوئے تاریکیوں میں نور کا ساماں لیے ہوئے

باطل کے بُتکدوں میں اذانیں پُکار دیں
طاغوت کے جگر میں سنانیں اتار دیں



اللہ رے ان کا عزمِ جواں، رُتبۂ جلیل جتنے عظیم وہ تھے ہیں ہم اتنے ہی ذلیل
تھے جتنے اُن کی عظمت و شوکت کے سنگِ میل اب ہیں ہماری نکبت و ادبار کی دلیل

باطل نے ہم سے اُن کی وراثت بھی چھین لی
بیت القُدس کی پاک امانت بھی چھین لی



اُجڑی ہوئی ہے ملّتِ بیضا کی انجمن　　اب ہم ہیں اور مرثیۂ عظمتِ کہن
اسلام کی شکست پہ ہے کفر خندہ زن　　کس کا گلہ خود اپنا ہی بگڑا ہو جب چلن

اپنے کیے کی آپ سزا پا رہے ہیں ہم
پاداش بھی بقدرِ خطا پا رہے ہیں ہم



شاعر کا بھرم کھل جاتا ہے جب نعت کا میداں ملتا ہے

یوں تو جسے دیکھو دنیا میں با حالِ پریشاں ملتا ہے
غم اُن کا جسے راس آجائے ہر حال میں شاداں ملتا ہے

محبوبِ خداؐ کا دیوانہ کب بے سرو ساماں ملتا ہے
پلکوں پہ چراغاں ملتا ہے، سینے میں گلستاں ملتا ہے

اُس نورِ مجسّمؐ کے صدقے، اُس جانِ دو عالمؐ کے صدقے
جس ہادیٔ اکرمؐ کے صدقے سرمایۂ ایماں ملتا ہے

اے روحِ حزیں مایوس نہ ہو اے قلبِ تپاں مغموم نہ ہو
سرکارؐ کے در پر سُنتا ہوں، ہر درد کا درماں ملتا ہے

پاؤں کی تھکن میں راحت ہے، کانٹوں کی چبھن میں لذت ہے
طیبہ کے ببولوں کے اندر اندازِ گلستاں ملتا ہے

مونس ہے نہ کوئی ہے ہمدم، آواز کسے دیجے شبِ غم
اک دردِ فراقِ طیبہ ہی نزدیکِ رگِ جاں ملتا ہے

گرداب کنارا بنتا ہے، ہر موج سہارا دیتی ہے
عُشّاقِ نبیؐ کی کشتی سے سہما ہوا طوفاں ملتا ہے

اے طبع رسا، آسان سہی گُلگشت غزل کی وادی میں
شاعر کا بھرم کُھل جاتا ہے جب نعت کا میداں ملتا ہے

کیا کہیے سبب کیا ہے اشعؔر دنیا میں زوالِ اُمّت کا
اعمال میں پہلے ملتا تھا، اب طاق پہ قرآں ملتا ہے



منتظر جن کا ازل سے تھا زمانہ آگئے

فخرِ آدم ، سرگروہِ انبیا پیدا ہوئے
مومنو ! مژدہ ، شہِ ہر دوسرا پیدا ہوئے
سروَرِ عالم ، محمد مصطفٰےؐ پیدا ہوئے
مرحبا دنیا میں محبوبِ خدا پیدا ہوئے
ہر نبی کے لب پہ تھا جن کا ترانہ آگئے
منتظر جن کا ازل سے تھا زمانہ آگئے



آمنہ کے لال، عبداللہ کے دل کا سُرور
نوحؑ کے دل کی لگن، پیشانیٔ آدمؑ کا نور
بانیٔ تعمیرِ کعبہ کی دعاؤں کا ظہور
ابنِ مریمؑ کی بشارت، شہرِ مکّہ کا غرور
کس کی آمد آج شرک و کفر کی محفل میں ہے
اتنی دھڑکن کس لیے لات و ہبل کے دل میں ہے



تھا ازل سے چرخ پر روشن ستارہ نور کا
چشمِ آدمؑ نے بھی دیکھا تھا نظارہ نور کا
حق نے دھرتی پر وہی پیکر اُتارا نور کا
پھوٹ نکلا وادیٔ بطحا سے دھارا نور کا

مشرق و مغرب میں ہر جانب اُجالا ہو گیا
کفر کی ظلمت کا چہرہ اور کالا ہو گیا



کیوں نہ عبدالمطلب کا آج دل ہو باغ باغ
دیکھ کر ان کو ابو طالب کا اونچا ہے دماغ
اے حلیمہ دائی کی کُٹیا کے لعلِ شب چراغ
تم سے بندوں کو ملا راہِ ہدایت کا سُراغ

اے مرے دُرِّ یتیمِ آمنہ ! تم پر سلام
تم ہو افضل دہر میں بعد از خدا، تم پر سلام



آج کی شب تاجدارِ مُرسلاں پیدا ہوئے
اُن کے صدقے میں زمین و آسماں پیدا ہوئے
سیدِ کونین، سرِّ کُن فکاں پیدا ہوئے
یہ وہ ہیں جن کے لیے دونوں جہاں پیدا ہوئے

نورِ حق ، انسانِ کامل ، رحمۃ للعالمیں
ہاں یہی خوابِ مشیت کی ہیں تعبیرِ حسیں



نازشِ کون و مکاں، اے انبیا کے تاجدار
ہر زمانے میں تمھارا ہو رہا تھا انتظار
نوعِ انسانی تمھارے واسطے تھی بے قرار
تم جو آئے ، آگئی باغِ دوعالم میں بہار

خالقِ فطرت کے ہونٹوں پر تبسُّم آگیا
مَوجیں اٹھیں، بحرِ رحمت میں تلاطُم آگیا



ٹھیکرے فیضِ کرم سے لعل و گوہر بن گئے
ذرّے سورج ہوگئے، قطرے سمندر بن گئے
فصلِ گل آئی تو کانٹے بھی گلِ تر بن گئے
کل جو تھے اونٹوں کے چرواہے سکندر بن گئے

چشمِ گردوں نے کبھی دیکھا نہ تھا یہ انقلاب
آنکھ والو! دیکھ لو تاریخِ عالم کی کتاب



فکرِ اُمّت میں جو شب بھر اشک افشانی کرے
قبر سے تا حشر اُمّت کی نگہبانی کرے
جس کا اندازِ کرم پتّھر کو بھی پانی کرے
جس کے حُسنِ خُلق کی دشمن ثنا خوانی کرے

جس کے سر پر منصبِ ختم الرُسُل کا تاج ہے
کون ہے ان کے سوا جو صاحبِ معراج ہے



کم نہیں ہوگی چراغِ مصطفےٰؐ کی روشنی
پھیلتی ہی جائے گی غارِ حرا کی روشنی
اُن کی رحمت اُن کے الطاف وعطا کی روشنی
بجھ نہیں سکتی کبھی دینِ ہدیٰ کی روشنی

جب نہ آئے گی نظر امن وسکوں کی کوئی راہ
دامنِ اسلام میں انسانیت لے گی پناہ



مصطفےٰؐ کی ذات ہے وجہِ بنائے زندگی
آپؐ ہی کے نور سے ہے ابتدائے زندگی
ہر ادائے نازاُن کی رہنمائے زندگی
آپؐ کا پیغام درسِ ارتقائے زندگی

جیسے جیسے حق کا یہ پیغام بڑھتا جائے گا
اس جہاں میں مذہبِ اسلام بڑھتا جائے گا



دین کے مارے ہوئے دنیا کے ٹھکرائے ہوئے
اپنی بد اعمالی وغفلت پہ شرمائے ہوئے
کیا کہیں، دل پر ہیں کتنے زخم ہم کھائے ہوئے
حاضرِ خدمت ہیں در پر ہاتھ پھیلائے ہوئے

نذر کے قابل کوئی شے اے شہِ ذیشاں نہیں
نعتِ اشعرؔ درحقیقت آپ کے شایاں نہیں



اُنؐ کی مُبارک ذات

میرے نبیؐ کے نور سے پیدا بزمِ موجودات ہوئی
کارگہِ تخلیق کا حاصل ان کی مبارک ذات ہوئی

عمرِ گُریزاں یوں تو نذرِ کشمکشِ حالات ہوئی
اُن کی یادوں والی گھڑی ہی دل کے لیے سوغات ہوئی

میں تو تھا اک ادنیٰ ذرّہ ، میری کیا اوقات ہوئی
سورج سے یہ جا کر پوچھو کس کی گلی میں رات ہوئی

کوچے کوچے سنگِ ستم کی طائف میں برسات ہوئی
آخر صبر نے بازی جیتی ، آخر ظلم کی مات ہوئی

دیدۂ شب نے کاجل مانگا، اُنؐ کی کالی زلفوں سے
روئے نگارِ صبح کو حاصل عارض کی خیرات ہوئی

صدیوں سے سب بھول گئے تھے، کیسے سویرا ہوتا ہے
غارِ حرا سے جب پَو پھوٹی، ختم شبِ ظُلمات ہوئی

سوکھی دھرتی چیخ رہی تھی، روحِ بشر بھی پیاسی تھی
ابرِ کرم فاران سے اُٹھا، رحمت کی برسات ہوئی

جس دن اُن کا ذکر نہ آیا، جس شب اُن کو نہ یاد کیا
دل نے کہا بس آج یہ سمجھو، تضیعِ اوقات ہوئی

اُن کے تصوّر میں میں گم تھا، شام و سحر کا ہوش نہ تھا
عارض چمکے تو دن نکلا، گیسو بکھرے رات ہوئی

اِس اُمّت کا غم تھا کتنا، پوچھو بھیگے مصلّیٰ سے
زلف پریشاں، پلکیں پُرنم، ساری شب برسات ہوئی

کوئی فرشتہ بھی تو نہ تھا اس ناز و نیاز کی محفل میں
خلوتِ قُدس میں کس کو خبر چپکے چپکے کیا بات ہوئی

جس کے غلاموں کے ہاتھوں نے کسریٰ کے کنگن پہنے
فرشِ زمیں پر، نانِ جویں پر اس کی گذر اوقات ہوئی

آدمؑ سے عیسیٰؑ تک سب ہی نفسی نفسی میں گم تھے
ان کی دعاؤں کے صدقے میں اشعرؔ سب کی نجات ہوئی



ہماری جان و دل صدقے محمدؐ جانِ رحمت پر

نبوّت ناز کرتی ہے محمدؐ کی نبوّت پر رسالت ان کی ہے مُہرِ صداقت ہر رسالت پر
شریعت خطِ ناسخ بن کے آئی ہر شریعت پر اَلم نَشرَح گواہی دے رہا ہے شانِ رفعت پر

ہماری جان و دل صدقے محمدؐ جانِ رحمت پر



تھا اک آئینۂ حُسنِ ازل روئے حسیں اُن کا لقب قرآن میں ہے رحمۃٌ للعالمیں اُن کا
اندھیرے دور ہوتے تھے وہ تھا نورِ جبیں ان کا جو ڈھالا نور کے سانچے میں پیکر دلنشیں اُن کا

خدا کو پہلے خود پیار آگیا اس پیاری صورت پر



انھیں نورِ خدا کہیے، حبیبِ کبریا کہیے انھیں فخرِ دو عالم، تاجدارِ انبیا کہیے
رسولِ مصطفےٰؐ کہیے، نبیِؐ مجتبےٰؐ کہیے جو خود مقصودِ تخلیقِ جہاں ہو اس کو کیا کہیے

فضائل ختم ہیں سب اُن کی ذاتِ باسعادت پر



کلامِ رب کلام اُن کا، پیامِ حق پیام اُن کا خدا کے پاس سے جبریل لاتے تھے سلام اُن کا
شہنشاہوں سے بالاتر تھا ہر ادنیٰ غلام اُن کا جہاں بھی دیکھیے روشن نظر آئے گا نام اُن کا

جبینِ عرش پر، لوح و قلم پر، بابِ جنّت پر



رسائی مصطفیٰؐ کی خود وہ ہی جانیں کہاں تک تھی   شبِ اسرا حدِ پرواز اُن کی لامکاں تک تھی
غبارِ راہ مہر و ماہ ہی کیا کہکشاں تک تھی   رفاقت طائرِ سدرہ کی بھی ہفت آسماں تک تھی
نہ آگے مار پائے اس کے بھی بازوئے ہمّت، پر



نبیؐ کے بعد رُتبے میں سوا صدّیقِ اکبرؓ ہیں   رسولِ پاکؐ پر دل سے فدا صدّیقِ اکبرؓ ہیں
خدا شاہد، صداقت آشنا صدّیقِ اکبرؓ ہیں   اندھیرے غار میں شمعِ وفا صدّیقِ اکبرؓ ہیں
ہیں عُنوانِ جلی پیشانیٔ تاریخِ ہجرت پر



عجب رُتبہ عظیم الشّان تھا فاروقِ اعظمؓ کا   نبیؐ کے دل میں خود ارمان تھا فاروقِ اعظمؓ کا
توانا کس قدر ایمان تھا فاروقِ اعظمؓ کا   کہ دریا تابعِ فرمان تھا فاروقِ اعظمؓ کا
نہ پہونچا کوئی اب تک ان کے معیارِ عدالت پر



وہ عثمانِ غنیؓ وہ جامعِ آیاتِ قرآنی   وہ ذی النّورین جن کا شرم و تقویٰ میں نہ تھا ثانی
کنیزانہ بھرے دریا دلی خود جن کے گھر پانی   بصد صبر و عزیمت پیش کر دی جاں کی قربانی
نہ آنچ آنے دی لیکن دامنِ تہذیبِ اُمّت پر



علیِ مرتضیٰؓ، شیرِ خدا، جن کا لقب حیدرؓ   غضب کے صف شکن، عزم و یقیں کے آہنی پیکر
حُنین و بدر و خندق کے مجاہد، فاتحِ خیبر   شبِ ہجرت ملا جن کو رسُولِ پاکؐ کا بستر
فرشتوں کو بھی حیرت تھی علیؓ کے خوابِ راحت پر



غلامانِ نبیؐ کے سامنے دنیا کے غم کیا ہیں   زمانے کے ستم کیا چیز ہیں رنج والم کیا ہیں
ہم ان کے ہوں تو ہر شے اپنی ہے لوح و قلم کیا ہیں   ہیں وہ تو اپنے آقا اب بھی یہ دیکھو کہ ہم کیا ہیں
اگر چاہو نجات اپنی تو آؤ راہِ سُنّت پر



کہتے ہیں تجھ کو اہلِ نظر غائبانہ کیا

خلیق الزماں خلیق

بحمد اللہ صاحب کتاب کا یہ تیسرا شعری مجموعہ منصۂ شہود پر نمودار ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے ۱۹۷۷ء میں ''نالۂ ساز'' شائع ہوا ، اس میں مختلف موضوعات پر دینی، ملی، سیاسی منظومات، نعت ومنقبت اور غزلیات شامل تھیں۔ دوسرا مجموعہ ''متاعِ عقیدت'' ۱۹۹۷ء میں سامنے آیا، یہ خالص نعت رسولؐ پر مشتمل تھا۔ اب تیسرا مجموعہ ''موج نسیم حجاز'' اہل نظر کے سامنے ہے۔ گذشتہ دو مجموعوں کے تناظر میں مقتدر ارباب نقد ونظر نے شاعر کی شخصیت، خاندان کے علمی، ادبی پس منظر اور شاعرانہ خصوصیات ومحاسن کے بارے میں جو گراں قدر آراء ظاہر کی ہیں ان کی تلخیص دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے شاعر اور اس کے کلام کے متعلق ضروری معلومات اور بصیرت حاصل ہو سکتی ہے۔

☆ سب سے پہلے شاعر کے والد بزرگوار مولانا ابو محمد امام الدین رام نگریؒ کی ایک تاریخی تقریظ ''اشعر کی شاعری'' سے چند حصے نقل کیے جاتے ہیں، جو شاعر کے پہلے مجموعہ ''نالۂ ساز'' میں شامل ہے۔

''اشعؔر نے جب آنکھ کھولی تو ان کو گھر کا پورا ماحول علم وادب سے معمور نظر آیا، ہر طرف کتابیں اور رسالے، یہی ان کا مشغلہ تھا، اسی کے ساتھ قدرت نے ان کو ذہانت، شعری ذوق اور شاعری کی فطری استعداد اور صلاحیت دے کر پیدا کیا ہے۔ ان کی عمر چھ سات سال کی تھی کہ میں نے دیکھا کہ رات میں چھت کی منڈیر پر بیٹھے کسی بحر میں آپ اشعار پڑھتے جا رہے ہیں، جو سب مہمل ہیں مگر ہیں سب موزوں۔ کوئی مانے یا نہ مانے مگر میں اشعر کو وہبی شاعر مانتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی شاعری میں میری ذات کا تو اثر ہے لیکن میری اصلاح کا اتنا بھی دخل نہیں ہے جتنا ایک استاد کی اصلاح کا ہونہار شاگرد کی شاعری پر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں جب میں دیکھتا ہوں کہ وہ کس کامیابی کے ساتھ غزلیں، نظمیں قطعات اور نعتیں سب کچھ لکھتے ہیں تو میں حیران رہ جاتا ہوں اور مجھے ماننا پڑتا ہے کہ اشعر کو شعر وادب کی صلاحیت قدرت کا عطیہ ہے۔''

☆ ''نالۂ ساز'' پر پروفیسر ایم۔اے۔ حفیظ بنارسی مرحوم سابق صدر شعبہ انگریزی مہاراجہ کالج، آرہ کا تبصرہ:

''تاج الدین اشعؔر رام نگری بنارس کے اس خاندان کے چشم وچراغ ہیں جو ایک عرصۂ دراز سے جہاں ایک طرف علم دین کی تبلیغ واشاعت میں سرگرم عمل ہے وہیں شعر وسخن اور ادب وصحافت کی بھی گراں قدر خدمات انجام دے رہا ہے۔ جناب اشعؔر حضرت مولانا ابو محمد امام الدین رام نگریؒ کے صاحبزادے، آسی رام نگری کے بھتیجے اور شاہد رام نگری کے برادر خورد ہیں۔ یہ تمام حضرات علمی، ادبی دنیا میں اس قدر مشہور ومعروف ہیں کہ ان کے متعلق کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔ چنانچہ اگر یہ کہا جائے کہ ''ایں خانہ تمام آفتاب است'' تو بالکل بجا ہوگا۔

اشعؔر رام نگری کی عمر شاعری بہت زیادہ نہیں ہے[1] مگر ان کی تحریر میں ایک ایسی بالغ نظری اور پختگی ملتی ہے جو

[1] یہ تحریر ۳۷ برس پرانی ہے۔

ان کے ہم عصر شعرا کے یہاں نظر نہیں آتی۔ موصوف نے مشرقی علوم اور اسلامی ادب کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور ان کا مشاہدہ بھی بہت وسیع ہے۔ عالمی سیاست اور حالات حاضرہ پر ان کی گہری نظر ہے اور ان کی تعلیم و تربیت ان صحیح خطوط اور ٹھوس بنیاد پر ہوئی ہے کہ ان کے یہاں عصر حاضر کی کجروی اور گمرہی کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ وہ صحت مند اور نہایت ہی پاکیزہ ذہن کے مالک ہیں اور قدرت نے انھیں ایک ایسا دل زندہ عطا کیا ہے اور ایسا صاف و شستہ شعور بخشا ہے جو ہمیں زندگی کی آلائشوں سے دور رکھتا ہے اور اس کے محاسن کی طرف بلاتا ہے۔ وہ بیک وقت ایک نڈر اور بے باک صحافی ہیں اور ایک اچھے نثر نگار اور قادر الکلام شاعر بھی............ یہ زمانہ کچھ ایسی ساز باز، گٹھ بندھن، جوڑ توڑ اور تحسین باہمی کا ہے کہ ان کی کتاب ''نالۂ ساز'' سے ابھی تک بہت سے گوش حقیقت نیوش نا آشنا ہیں اور اسے وہ شہرت نصیب نہیں ہوئی جس کی وہ مستحق ہے۔ اشعر کی طبیعت کی بے نیازی بھی اس کا ایک سبب ہے لیکن اصل سبب وہی ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے فطری طور پر یہ احساس ہوتا ہے کہ انھوں نے علامہ اقبال کا بڑا کامیاب تتبع کیا ہے اور ان کے چراغ سے اپنا چراغ روشن کیا ہے۔ انھوں نے شاعر مشرق کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے اور ذہنی و فکری طور پر وہ ان سے بہت زیادہ متاثر ہیں۔ اقبال کے موضوعات، ان کے کلام کی اسلامی فضا، ان کی فارسی تراکیب سب کی جلوہ گری ان کے یہاں بھی نظر آتی ہے۔ اسی کے فکری تقاضہ کے طور پر انھوں نے اپنے مجموعہ کو اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے معنون کیا ہے اور بڑی انکساری اور دیانت داری کے ساتھ ان کو اپنا فکری امام و رہنما اور مرشد روحانی تسلیم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اشعر کا سارا کلام ایک نیک مقصد اور تعمیری جذبے سے سرشار ہے۔ وہ شعر برائے شعر یا ادب برائے ادب کے قائل نہیں اور ان کی شاعری محض سستی جذباتیت، عارضی تفریح طبع یا حصول لذت کے لیے نہیں ہے۔ وہ اپنی شاعری کے ذریعہ ایک اچھے اور صحت مند معاشرہ کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں۔ ایک ایسی صاف ستھری فضا کو دیکھنا چاہتے ہیں جس میں انسان آزادی کے ساتھ سانس لے، جس کا انسان خود غرضی، مادیت پرستی اور خدا فراموشی سے دور ہو اور اپنے خالق و مالک سے بے نیاز نہ ہو بلکہ اپنی حقیقت کو پہچانے اور اس دائمی زندگی کا جویا ہو جو اس حیات فانی کے بعد ہی نصیب ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کے کلام میں تغزل کی چاشنی اور رعنائی کی بھی کمی نہیں، ان کے یہاں فکر و فن کا ایک حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ وہ اپنی باتوں کو بڑے ہی موثر اور حسین ڈھنگ سے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں حسن خیال بھی ہے اور لطافت زبان و بیان بھی۔

نعت کی صنف میں موصوف نے بہت ہی گراں قدر اضافے کیے ہیں، ان کی کئی نعتیں خصوصاً ''پیغمبر انقلاب'' خصوصی توجہ و مطالعہ کی متقاضی ہے۔ اس میں انھوں نے پیغمبر اسلام کی سیرت مقدسہ کو بڑی خوبی کے ساتھ نظم کیا ہے۔

☆ برصغیر کے منفرد صاحب طرز شاعر حضرت سید حرمت الاکرام مرزاپوری مرحوم کی رائے گرامی:

''نالۂ ساز'' اشعر رام نگری کی نعتوں اور قومی و ملی نظموں کا مجموعہ ہے۔ جس کی اہمیت میرے نزدیک اس لیے سوا ہو جاتی ہے کہ ان نعتوں اور نظموں کو روایتی نہیں کہا جا سکتا۔ ان میں جذبہ کی صداقت اور ذہن کی حرارت دونوں عناصر متوازی انداز میں کارفرما ملتے ہیں۔ نظموں میں خلوص کی وہ کیفیت ہے جو باطن کو تقویت پہونچاتی ہے اور تابناک بناتی ہے۔ ان نظموں کے پس منظر میں دینی و تاریخی شعور کی وہ بیداری ملتی ہے جو لہو کو گرم رکھنے کا بہانہ بنتی ہے اور احساس کے قافلے کو آگے بڑھاتی ہے۔

میرا یہ بھی خیال ہے کہ اشعرؔ رام نگری کا ذوقِ سخن ایسے امکانات رکھتا ہے جنھیں فروغ پانا ہی چاہیے۔ نالۂ ساز میں اشعر کی چند غزلیں بھی شامل ہیں جو سادگی و سلاست کے پہلو بہ پہلو دلپذیری و اثر انگیزی سے مملو ہیں۔ میں نالۂ ساز کی اشاعت پر اشعرؔ رام نگری کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

☆ ہندو پاک کے ممتاز و معتبر نقاد اور صاحبِ قلم ڈاکٹر عبدالمغنی صاحب مرحوم سابق وائس چانسلر متھلا یونیورسٹی، بہار، کی اشعرؔ رام نگری کے پہلے مجموعۂ نعت ''متاعِ عقیدت'' میں شامل تقریظ

''جناب اشعرؔ رام نگری ان شعراء میں ہیں جو اچھا کہنے اور اچھا لکھنے کے باوجود مشاعروں اور رسالوں کی زینت کم ہی بنتے ہیں۔ اس لیے کہ شہرت پسندی انھیں ان لوگوں کی طرح پسند نہیں جن کی مقبولیت کا دار و مدار بیشتر تعلقات عامہ کے اہتمام پر ہوتا ہے، اس کے باوجود باذوق اہل نظر ان کا کلام پڑھ کر یا سن کر انھیں داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

میں ذاتی طور پر موصوف کو ان کی اور اپنی نوجوانی کے ایام سے ہی جانتا اور مانتا ہوں، ایک بہت اچھے، باشعور، دردمند اور غیور انسان ہیں۔ ان کا سرمایۂ سخن ان کے اپنے احساسات و خیالات کے ساتھ قدرت کلام اور حسن بیان ہے۔ ان کی شاعری میں تغزل کا جو سوز و گداز ہے وہ ''متاعِ عقیدت'' میں مدحِ رسول کی شکل میں نمایاں ہوا ہے، اور نعت گوئی میں ایک عمدہ اضافہ ہے۔ نمونے کے طور پر چند اشعار حسبِ ذیل ہیں:

جدھر جدھر سے وہ خوباں کا تاجدار چلے — جلو میں قافلۂ فصل نو بہار چلے
خدا سے ملنے جو رفرف پہ وہ سوار چلے — تو شوق دید میں قدسی امیدوار چلے
خرام ناز پہ اس کے فدا نسیم سحر — چلے تو غنچے کھلاتا وہ سو ہزار چلے
غبار راہ ہوں جب اس کے نجم و کہکشاں — نہ مہر و ماہ پہ کیوں اس کا اختیار چلے

ہے جس کا خواب حسیں آج تک خیال حسیں
نہ جانے کیسا تھا وہ صاحب جمال حسیں

ان اشعار کا والہانہ انداز، محبتِ رسول میں سرشاری اور وارفتگی کی ایسی شان رکھتا ہے جس سے عقیدت مندوں کے دلوں پر ایک خاص اثر پڑتا ہے اور وہ تھوڑی دیر کے لیے شاعر کے پُر خلوص دھارے میں بہنے لگتے ہیں۔ اس تاثر میں بیان کی صداقت اور لطفِ کلام دونوں کی آمیزش ہے۔ اس کے علاوہ صحیح قسم کی نعت گوئی کا وہ وقار و توازن بھی بڑا پُر اثر ہے جو عام قسم کی نعت گوئی میں بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا نعتیہ اشعار نہ صرف غزل کی ہیئت میں ہیں بلکہ تغزل کے اسلوب بیان میں بھی، ان میں محبوب کی خوبیاں بڑے شاعرانہ انداز میں بیان کی گئی ہیں، مگر جو کچھ بھی ہے، محض تخیل کی بنیاد پر نہیں بلکہ واقعات و حقائق کی روشنی میں ہے، اگرچہ اس واقعہ نگاری کی تزئین و تاثیر دونوں اس جذبۂ دل کی گرمی کے سبب ہے جو حبِ رسولؐ نے پیدا کی ہے۔ اس طرح ''متاعِ عقیدت'' ایک پیکر جمیل میں آشکارا ہوئی ہے اور سخن فہموں کے لیے باعث لطف بھی ہے اور مشعل راہ بھی۔ توقع ہے کہ اہلِ دل حضرات و اصحابِ ذوق جناب اشعرؔ کے نعتیہ کلام سے محظوظ و مسرور اور مستفید ہو کر اس کی قدر شناسی کا حق ادا کریں گے۔

☆ حضرت والی آسی مرحوم رقم طراز ہیں؛

''مجھ کو پہلے ہی خط لکھنا چاہیے تھا مگر تساہلی کے باعث یہ ممکن نہ ہوا چنانچہ معذرت خواہ ہوں۔ عزیزم زمزم (ابن اشعر) آئے تھے اور انھوں نے ''متاع عقیدت'' مجھے پیش کی تھی، میں نے اسے آنکھوں سے لگایا اور دو تین دن میں پڑھ بھی لیا تھا۔ اس وقت مجھ پر جو کیفیت طاری ہوئی تھی اسے الفاظ میں نہ اس وقت بیان کرنے کے قابل اپنے کو پایا تھا اور نہ آج جب یہ عریضہ سپرد قلم کر رہا ہوں۔ مگر ایک بات ضرور عرض کروں گا کہ آپ نے نعت خالص کا اہتمام کیا ہے. ورنہ عام طور پر جو نعتیہ شاعری کے مجموعے چھپتے ہیں وہ یا تو 'استغاثہ بدرگاہ رسالت' ہوتے ہیں یا پھر 'اشتیاقیہ' نعتوں سے پُر ہوتے ہیں۔ ہر چند کہ اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اپنے ممدوح کی ایک ایک چیز کی تعریف کی جائے، لیکن فضائل و کمالات نبوت کو شاعری بنا کر پیش کرنا ایک الگ بات ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ نے ایک حد میں رہتے ہوئے جو نعت لکھی ہے وہ ہمہ شما کے بس کی بات نہیں ہے۔''

☆ بلند پایہ نقاد، ادیب، اور منفرد لب ولہجہ کے شاعر ملک زادہ منظور صاحب چیرمین فخر الدین علی احمد اکیڈمی، اتر پردیش کی رائے گرامی کا اقتباس؛

''شکر گذار ہوں کہ آپ نے ''متاع عقیدت'' کی ایک جلد تحفتاً مجھے روانہ فرمائی۔ اس سے قبل بھی آپ نے اپنا ایک مجموعہ کلام بنارس میں مجھے عطا فرمایا تھا۔ ''متاع عقیدت''میں آپ نے جس فنکاری کے ساتھ تضادِ شعر و شریعت کو ہم آہنگ کیا ہے اور جس شرعی ذمہ داری کے ساتھ حفظِ مراتب اور عقیدت و احترام کے واجبات ادا کیے ہیں اس کی اصل داد تو آپ کی عاقبت کو منور اور تابناک کرے گی مگر شعر و شاعری کے حوالہ سے آپ نے اس ذمہ داری کو جس طرح ادا کیا ہے وہ ہمارے ادبی حلقوں میں خاصہ کی چیز تصور کی جائے گی۔ میں نعت گوئی کو مشکل ترین صنف سخن تصور کرتا ہوں۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے اس پل صراط کو عقیدت و احترام کے ساتھ رقصاں و غزلخواں طے کیا ہے۔''

☆ نامور نقاد اور مصنف جناب شمس الرحمٰن فاروقی اڈیٹر ماہنامہ شب خوں الہ آباد

''آپ کا نعتیہ کلام بعنوان متاع عقیدت موصول ہوا تھا۔ ماشاء اللہ بہت خوب ہے، خداوند عالم اسے مقبولیت عطا فرمائے۔''

☆ اردو زبان و ادب کے نامور محقق ڈاکٹر حنیف نقوی سابق صدر شعبہ اردو، بنارس ہندو یونیورسٹی کی پہلے مجموعہ نعت ''متاع عقیدت'' پر تقریظ:

''جناب تاج الدین اشعر پیشے کے اعتبار سے صحافی ہیں، ہر صحافی کی طرح وقتی اور ہنگامی موضوعات پر اظہار خیال کے لیے جولانی فکر و زور قلم کا بے محابا استعمال ان کی بھی مجبوری ہے۔ یہ مجبوری اچھے اچھے ذی علم اور باذوق حضرات کو زود نویسی اور بسیار نویسی کا خوگر بنا دیتی ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ صحافت کے علاوہ کسی اور کام کے نہیں رہ جاتے۔ ادب کی تخلیق کو جو نسبتاً زیادہ سنجیدگی، غور و فکر اور تامل کی متقاضی ہے، یہ زود نویسی و بسیار گوئی مطلقاً اس نہیں

آتی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر صحافی اچھے تخلیقی فنکار ثابت نہیں ہوتے۔ اس کے برخلاف جو لوگ ادب کے راستے سے صحافت کے میدان میں قدم رکھتے ہیں وہ ادب اور صحافت دونوں کا حق ادا کرنے میں نسبتاً کامیاب رہتے ہیں۔ اشعر صاحب کا تعلق اسی دوسرے گروہ سے ہے۔ شعروادب سے طبعی وفطری تعلق کے ساتھ ساتھ جہاں تک میں نے محسوس کیا ہے وہ مسلسل مطالعہ اور غور وفکر کے بھی عادی ہیں۔

''متاع عقیدت'' جو اس وقت پیش نظر ہے، اشعر صاحب کی نعتوں کا مجموعہ ہے۔ نعت گوئی کا معاملہ عام شاعری سے یکسر مختلف ہے۔ دوسری اصناف سخن کے برعکس اس صنف کا دائرہ اپنی تمام وسعتوں کے باوجود انتہائی محدود ہے۔ یہاں نہ افراط کی گنجائش ہے نہ تفریط کی، نہ تخیل کو آزاد و بے مہار چھوڑا جا سکتا ہے اور نہ زبان وبیان کے معاملے میں غیر مشروط آزادی روا رکھی جا سکتی ہے۔ اس احتیاط کے ساتھ شعر کہنا کہ مقام عبدیت ومقام الوہیت کا امتیاز بھی قائم رہے اور شان رسالت میں بھی فرق نہ آنے پائے، گویا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ یہی اس مجموعے کی بڑی خوبی ہے۔ اس کے مصنف اس کڑی آزمائش میں بڑی حد تک کامیاب رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت جلوۂ صد رنگ کی حامل ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں آپ نے اپنے امتیوں کی قیادت ورہنمائی کا فریضہ انجام نہ دیا ہو۔ لیکن تاریخ عالم کے وسیع پس منظر میں رحمۃ للعالمین کی قبا آپ کے قد رعنا پر جس قدر چست اور درست نظر آتی ہے اس کا کوئی جواب نہیں۔ کائنات کے لامحدود امکانات کی طرح اس رحمت کے مظاہر بھی بے حد وبے حساب ہیں اور ہر مظہر اپنی ایک معنویت رکھتا ہے۔ اشعر صاحب نے اپنی نعتوں میں جس اہتمام واحترام کے ساتھ ان مظاہر کی عکاسی وتصویر کشی کی ہے وہ ان کے کلام کا ایک قابل تحسین وصف ہے جو اسے محض اجر وثواب کی نیت سے کہے ہوئے اشعار سے ممتاز کرتا ہے۔

اشعر صاحب کی شاعری کا ایک قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ وہ زمینوں کے انتخاب، لفظوں کی نشست اور مصرعوں کے دروبست کا بڑا اچھا سلیقہ رکھتے ہیں، چنانچہ تعقید، تنافر لفظی اور سستی بندش جیسے عیوب سے ان کا کلام بڑی حد تک پاک ہے۔ ان کی ایسی نظموں میں جو نہایت رواں دواں اور مترنم ہیں ''جنت مدینہ''، ''ساری انسانیت کا سلام'' اور ''طلوع مہر رسالت'' کے نام بطور خاص لیے جا سکتے ہیں۔

☆ مقتدر ومعروف اہل قلم، صحافی اور شاعر جناب شمیم طارق کی تقریظ کے چند اقتباس:

''مقام شکر ہے کہ جناب تاج الدین اشعر رام نگری نے جنھیں کہنہ مشق صحافی، قادر الکلام شاعر ابن شاعر اور علوم انبیاء کا وارث ہونے کا شرف واعزاز حاصل ہے، ''متاع عقیدت'' کی شکل میں اردو دنیا کو نعتوں کا ایک ایسا گرانقدر اور پاکیزہ مجموعہ دیا ہے جس کے کسی شعر میں والہانہ کیفیت کے باوجود کوئی ایسی بات نہیں ملتی جو شرعاً قابل مواخذہ ٹھہرائی جا سکے۔ خالص شعری اور فنی لحاظ سے بھی ان کا یہ مجموعہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ وہ پامال راستوں پر نہیں چلے ہیں، مروج ومعروف قافیوں، ردیفوں اور بحروں میں بھی انھوں نے تازگی وتازہ کاری کا احساس باقی رکھا ہے، کیونکہ نعت گوئی میں ان کی بیکراں وارفتگی اور گہری محویت رہی نہیں ہے۔ انھوں نے بہت جگہ شاعری کی لفظیات اور قرآنی آیات وتلمیحات سے فائدہ اٹھا کر نعت گوئی کو اس دور کے انسان کی حسیات سے جوڑنے کی بھی کامیاب کوشش کی ہے۔ اسی لیے ان کی

نعتوں میں سوز وگداز اور عصری آگہی کے ساتھ اس دور کی ان آزمائشوں کا بھی ذکر آگیا ہے جن سے آج مسلمانان ہند اور مسلمانان عالم دوچار ہیں، مگر اظہار و بیان کی ہر سطح پر وہی نرمی و بشاشت اور لطافت وطمانیت ہے جو پاکیزہ احساسات کے الفاظ و گفتار میں ڈھل جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے اس راہ سعادت میں انھوں نے خود بھی بہت آہستہ سانس لی ہے اور اپنی طبع رسا کو بھی خبردار کیا ہے۔

اے طبع رسا آسان سہی گلگشت غزل کی وادی میں
شاعر کا بھرم کھل جاتا ہے جب نعت کا میداں ملتا ہے

نعت گوئی کی بنیاد عشق وعقیدت ہے، اور جناب اشعرؔ جانتے ہیں کہ عشق ومحبت کے دعوے اتباع وعقیدت کے بغیر جھوٹے ہیں۔ اس لیے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں انوارِ الٰہی کا نظارہ کرتے ہیں کیونکہ حضورؐ کی ذاتِ والا صفات ہی سے انھیں خالق کائنات کی ذاتِ پاک کا ادراک ہوا ہے۔

مری ہستی کا ہر رخ، ہر قرینہ ان سے روشن ہے
مری فکر و نظر کا آبگینہ ان سے روشن ہے

ہر حقیقت کو بہ فیضانِ رسالت سمجھے
ہم خدا کو بھی محمدؐ کی بدولت سمجھے

وہ فدائیت وجاں نثاری کے عالم میں اس تمنا کا اظہار کرتے ہیں؛

اس عمر دوروزہ میں اک کام تو کر جائے
دل ٹوٹ کے طیبہ کی گلیوں میں بکھر جائے

انھوں نے ہر سطح پر جذبۂ احترامِ مصطفےٰؐ کے ساتھ اس بات کا پورا لحاظ رکھا ہے کہ بے پناہ محبت وفدائیت میں بھی کسی مقام پر کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جو بارگاہِ نبوت کے شایانِ شان نہ ہو۔ جذبۂ بے اختیار کے باوجود اظہار کا یہ سلیقہ وسیع معلومات اور عقیدے کی نزاکتوں کی پاسداری کے بغیر نہیں پیدا ہوسکتا۔ اس کے لیے انھوں نے فکر اور اظہار دونوں پر بڑی محنت کی ہے۔ اسی محنت اور معلومات کی کارفرمائی ہے کہ وہ جب چاہتے ہیں بڑی آسانی سے قرآنی آیات کو منظوم کرلیتے ہیں اور شعروں کی بحر اور ترنم پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مجموعی اعتبار سے ان کی نعتیہ شاعری میں ایک مخصوص ترنگ اور لہجہ میں اعتماد کے ساتھ احتیاط اور ادب کا بھی مخصوص عنصر موجود ہے جو موضوع سے ان کے قلبی وروحانی رشتے کا پتہ دیتا ہے۔

''متاعِ عقیدت'' کا اس نقطۂ نظر سے مطالعہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں شاعر کی عقیدت کے تازہ گلابوں کے نظر نواز رنگوں اور روح پرور نکہتوں کے ساتھ اظہار و بیان کے نئے جگنوؤں اور چراغوں کا بھی تعارف کراتا ہے۔

☆ <u>جناب مولانا محمد احمد اثری صاحب شیخ الجامعہ جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''آثار''</u>

''متاعِ عقیدت'' کے محترم مصنف جناب تاج الدین اشعرؔ کا تعلق بنارس کی سرزمین علم وادب سے ہے۔ وہ

ایک لائق وفائق عالم دین مولانا ابومحمد امام الدین رام نگری ؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔ان کے والد محترم بھی اپنے دور کے بلند پایہ شاعر، انشاپرداز اور ہندی زبان میں اسلامیات کے مستند و معتبر شارح تھے۔اشعر صاحب کی شخصیت میں ان کے والد بزرگوار کی بہترین تربیت اور توجہ کا بڑا دخل ہے۔لیکن اس بلند نسبت سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف ان کی فطرت سلیمہ اور ان کے علمی کمال پر نظر رکھی جائے تب بھی وہ دیدہ وروں کی نگاہ میں کچھ کم پر کشش اور بلند و بالا نہیں، اور اس پر ان کا کلام شاہد و عادل ہے۔

اشعر صاحب اردو کے پُرگو اور قادرالکلام شاعر ہیں اور ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کرتے ہیں لیکن نعت گوئی میں ان کو خاص درک و امتیاز حاصل ہے، حالانکہ نعت گوئی بڑی مشکل، دقیق اور نازک صنف ہے، اس میں کمال حزم و احتیاط درکار ہے۔ذرا سی بے اعتدالی یا غفلت شاعر کو سلامتی کی ڈگر سے بہت دور پہنچا دیتی ہے۔اشعر رام نگری نے نعت گوئی کی مشکل راہ کو بے خبری یا غفلت میں نہیں اپنایا ہے بلکہ اس راہ کے نشیب و فراز کو پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ کر اپنایا ہے۔رب العالمین کی یہ عنایت خاصہ ہے کہ اس نے ان کی فطرت میں وہ اوصاف ودیعت فرمادیے ہیں جو نعت گوئی سے بہمہ وجوہ ہم رنگ ہیں جس کی وجہ سے وہ بغیر کسی دشواری کے نعت گوئی کی سنگلاخ اور مشکل زمین کو ہموار کر کے حسین ترین اشعار کے گلہائے رنگارنگ پیدا کر لیتے ہیں۔

نعت گوئی کی اصل روح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت میں پختگی اور سچائی ہے۔اشعر صاحب اس روح سے اچھی طرح آشنا ہیں۔ان کی یہ کتاب اس پر روشن دلیل ہے۔وہ جو کچھ لکھتے ہیں عقیدت و محبت کے دریا میں ڈوب کر لکھتے ہیں۔بنابریں ان کی نعت میں ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا ماجرا پایا جاتا ہے۔ان کا یہ مجموعۂ کلام پڑھ کر میں خود بسا اوقات بہت متاثر ہوا اور دل پر عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔

اشعر صاحب نے اس صنف کو سنوارنے اور مزید جلا دینے کی بھی کامیاب کوشش کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی اس کوشش نے نعت کے قدرعنا کو وہ آرائش و زیبائش عطا کر دی کہ ارباب بصیرت اسے دیکھ کر حیرت و استعجاب میں پڑے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اشعر صاحب کا کلام پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کے یہاں الفاظ و تراکیب کا ایک بھرا خزانہ ہے، چنانچہ وہ بلا تکلف اور دقتِ موقع و محل کے لحاظ سے ان میں حسن انتخاب کے ذریعہ ان کا بجا استعمال کرتے ہیں۔ان کے کلام میں آورد اور تصنع کی کوئی جھلک بھی نہیں ملتی، ایسا لگتا ہے کہ کوئی دریا ہے جو جوش میں لعل و گہر بکھیرتے ہوئے بڑی شان بے نیازی سے آگے بڑھتا جا رہا ہے۔کلام کے حسن کو دوچند کرنے کے لیے انھوں نے جا بجا تشبیہات، استعارات اور کنایوں سے بھی کام لیا ہے۔وہ اپنے ٹھوس اور وسیع مطالعہ کی بنا پر اسلامیات میں بھی بڑی معلومات رکھتے ہیں، اس لیے ان کے کلام میں قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کے دلکش گہر پارے بھی نظر آتے ہیں جو کلام میں انگوٹھی پر نگینے کا کام دیتے ہیں۔

اس کتاب کو پڑھ کر میں بہت متاثر ہوا، اس کی ادبی دلفریبیاں اور فنی دلربائیاں اگر اپنی طرف دامنِ دل کو کھینچتی ہیں تو جذب و عقیدت سے سرشار قوت تاثیر اپنی طرف۔متاع عقیدت کا ہر شعر بہت برمحل، معنی خیز اور غایت درجہ دلکش ہے۔اس لیے اس میں انتخاب بھی ذرا مشکل ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ اس حسین گلدستہ سے کس پھول کو لیا جائے اور کس کو چھوڑا جائے..........

مجموعی اعتبار سے یہ کتاب نہایت قابل قدر ہے اور نعت گوئی کے باب میں ایک حسین اضافہ۔ میں اشعؔر صاحب کو قلبی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اردو ادب اور ارباب ذوق کے دامن کو ایک نادر ادبی تحفہ اور گراں مایہ متاع سے مالا مال کردیا ہے۔

(شائع شدہ ماہنامہ آثار جدید مئی ۱۹۹۹ء)

☆ <u>اسلامی سیرت و تاریخ کے ممتاز محقق و مصنف مولانا اسیر ادروی مدیر مجلّہ ترجمان اسلام بنارس</u>

''متاع عقیدت'' جناب اشعؔر رام نگری کی نعتوں کا مجموعہ ہے، ان کی شاعری پر ایمان بالغیب تو پہلے سے تھا اب ایمان بالشہود حاصل ہوا۔ نعت اگر سادہ لفظوں میں اظہار عقیدت ہی تک محدود ہے تب بھی اس کی قدر و قیمت ہے۔ لیکن اگر یہ اظہار عقیدت علم و تحقیق، سلیقہ و تہذیب اور مقام نبوت کے عرفان کے ساتھ ہو، خیالات و جذبات کوثر و تسنیم میں نہائے ہوئے ہوں، زبان و بیان میں سلاست و روانی، حسن و دلکشی اور شیرینی و حلاوت ہو تو اس کی قدر و قیمت میں بے انتہا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس مجموعہ میں یہ جواہرات ہر طرف بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں جن کی آب و تاب نظروں کو شادابی اور دل کو نور و سرور بخشتی ہے۔ مجموعہ میں بہت سی نظمیں مسدس کی ہیئت میں ہیں اور کافی طویل ہیں، لیکن ان نعتوں کا ہر بند اپنی الگ معنویت رکھتا ہے اور کہیں بھی قافیہ اور ردیف سے مجبور ہو کر شعر نہیں کہا گیا ہے۔ بیشک کمالِ فن اسی وصف کا نام ہے۔ یتیمی کا دیا، صبح سعادت، طلوع مہر رسالت، پیغمبر انقلاب اور ظہور قدسی اس مجموعہ کی طویل نظمیں ہیں مگر دلوں پر اپنا گہرا اثر چھوڑ جاتی ہیں۔ غزل کی ہیئت میں بھی ایسے ایسے چونکا دینے والے نعتیہ اشعار ملتے ہیں کہ دل ان کی لذت میں کھو جاتا ہے، مثلاً

اس عمر دو روزہ میں اک کام تو کر جائے
دل ٹوٹ کے طیبہ کی گلیوں میں بکھر جائے

(تبصرہ ترجمان اسلام بنارس ۱۹۹۸ء)

مدیر علام کو اس تبصرے سے سیری نہیں ہوئی، بعد کے ایک شمارہ میں آپ نے متاع عقیدت پر ۷ صفحات پر محیط مفصل مقالہ شائع کیا، اس کے ابتدائی پیراگراف میں تحریر فرماتے ہیں؛

''تاج الدین اشعؔر رام نگری کے نعتیہ کلام کا مجموعہ متاع عقیدت پڑھ کر اشعر صاحب کی قادر الکلامی، زبان پر دسترس، خوبصورت تعبیرات کے استعمال پر قدرت کاملہ کا اندازہ ہوا۔ اشعر صاحب کی شاعری کارشیشہ گری و مرصع سازی ہے، وہ ہیروں کو تراش کر ان کی آب و تاب میں اضافہ کرنے کا فن جانتے ہیں۔ بہترین نعت کہنا تلوار پر چلنے کے مترادف ہے۔ عشق نبوی یا حبّ رسول غزل کی شاعری کی لذیذ ترین داستانِ عشق و محبت نہیں، یہاں لفظوں کا انتخاب، تشبیہات کا استعمال، عشق و محبت کے اظہار کا لب و لہجہ، سب کچھ شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت اور مقام و مرتبہ کے شایان شان ہونا چاہیے۔ محبوب کی زلفِ معنبر کو سنبل و ریحان اور جبین کو ماہ چہار دہم کہا جاتا ہے، نعت میں بھی اس کی گنجائش نکل سکتی ہے، لیکن جو لوگ الفاظ کی معنویت کی وسعتوں اور گہرائیوں کو پیش نظر رکھتے ہیں، وہ یہاں بھی احتیاط ہی کرتے ہیں۔ ایک ایسی عظیم المرتبت شخصیت جس کو محبوب رب العالمین کہا جاتا ہے، جس کے دامن تقدیس کی

قسمیں کھائی جاتی ہیں، اس کے بارے میں جو الفاظ ومحاورے اور تشبیہیں استعمال کی جائیں، ان کے اندر بھی تقدس اور طہارت وپاکیزگی کا عنصر شامل ہونا چاہیے۔........... اشعرؔ صاحب اس طرز سخن کے نکتہ شناس ہیں، ان کی تمام نظموں میں ہر جگہ عقیدہ کی صلابت کے ساتھ ساتھ عقیدت وارادت کا تقدس اور انداز بیان اور طرز اظہار کی پاکیزگی نمایاں ہے۔

اشعرؔ صاحب کا مطالعہ وسیع ہے، سیرت کے موضوع سے ان کا خاص تعلق ہے، اس لیے وہ عام الفاظ میں اپنے عشق ومحبت کا اظہار نہیں کرتے بلکہ سرور سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات، آپ کے امتیازات، آپ کی خصوصیات، آپ کے معجزات اور تبلیغ اسلام کے غمناک واقعات ان کی نگاہوں میں ہیں اور وہ ان تمام اوصاف وواقعات کو جچے تلے الفاظ میں خوبصورت اور شگفتہ اسلوب کے ساتھ اپنی نظموں میں سمودیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے کلام کی دلکشی میں اضافہ ہوتا ہے جیسے صاف شفاف کپڑوں میں عطر شامۃ العنبر چھڑک دیا گیا ہو جس کی وجہ سے اشعرؔ صاحب کی نظمیں پڑھ کر عشق رسول اور حب نبوی کی وہی خوشبو قاری کے ذہن وفکر کی فضاؤں میں پھیل جاتی ہے۔ اشعرؔ صاحب کا جوہر اس وقت کھلتا ہے جب وہ مسدس کی ہیئت میں نعتیہ کلام کہتے ہیں، ان کی متعدد نظمیں خاصی طویل ہیں، مسدس کا چھٹا مصرعہ اس کی جان ہوتا ہے۔ وہ اتنا بے ساختہ، برجستہ اور رواں دواں ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے پورا بند چمک اٹھتا ہے۔

●

ضخامت کے مقررہ نشانے سے صفحات متجاوز نہ ہوں، اس لیے کئی اہم تبصرے شامل نہیں ہو سکے خصوصاً مشہور تعمیر پسند نقاد، محقق، مصنف اور افسانہ نگار ڈاکٹر ابن فرید مرحوم مدیر ماہنامہ حجاب رام پور اور اسلامی ادب کے ممتاز شاعر جناب قمرؔ سنبھلی کا تبصرہ مطبوعہ ماہنامہ ''پیش رفت'' اور ماہنامہ تعلیمات جدید بنارس کے مدیر وصاحب نظر شاعر جناب مولانا نصیر احمد سراجی کے تبصرے۔ تاہم چند سطروں میں جناب اشعر رام نگری کے حقیقی بڑے بھائی اور شاعر جناب قمر الدین قمرؔ مرحوم کا یہ زبانی تاثر مختصراً نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو خاکسار راقم الحروف نے کئی بار ان سے سنا ہے، مرحوم فرمایا کرتے تھے:

''اگر کوئی یہ نہ کہے کہ میں اشعرؔ کا بڑا بھائی ہونے کے رشتہ سے یہ رائے رکھتا ہوں، تو میں پورے علم و یقین اور ذمہ داری سے یہ کہنا چاہوں گا کہ کم سے کم ہندوستان کے موجودہ نعت گو شعراء کی صف میں مجھے اشعرؔ جیسا کوئی فنکار نظر نہیں آتا۔''

————— خلیق الزماں خلیق



نعت رسولؐ بھی کیا چیز ہے کہ
محض اس ایک مجموعے کی اشاعت بھر سے
مجھ پر ایک عجیب سی وجدانی کیفیت طاری ہے۔
اور
سرشاری کا یہ عالم ہے کہ مجھے اپنا وجود
ہر طرح کے بوجھل پن سے آزاد، بادلوں کے ساتھ
تیرتا ہوا محسوس ہو رہا ہے ــــــ جہاں چاروں طرف
خوشبو، رنگ اور روشنی کے لامتناہی سلسلے پھیلے ہوئے ہیں
اور دل میں نشاط ہی نشاط ہے۔
کون جانے یہ کون سا مرحلہ ہے؟

انور جمال

...Jamal Graphics, Varanasi. Ph: 2275981